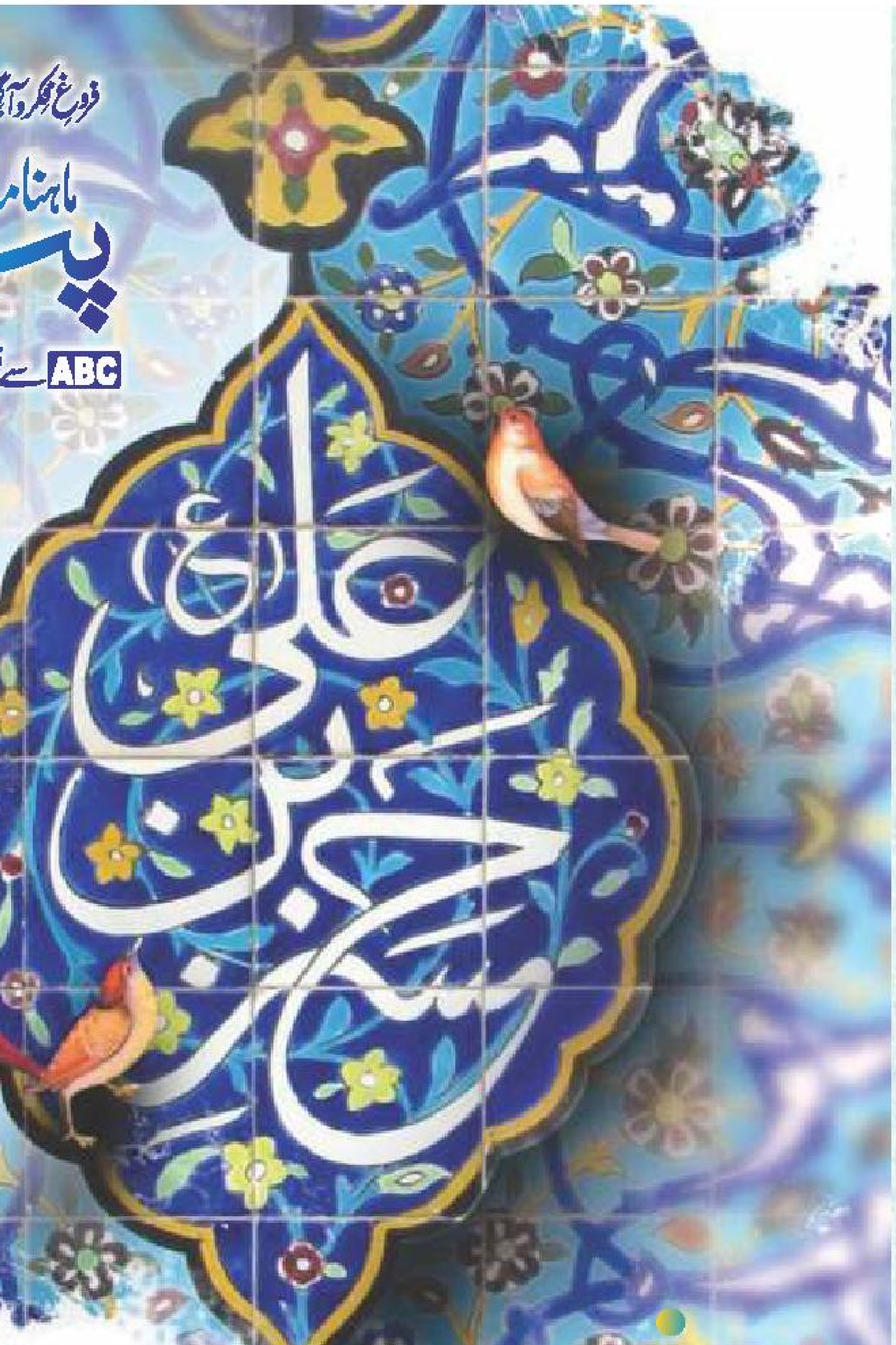
فروغِ فکر و آگہی کے لئے

ماہنامہ پیام اسلام آباد

ABC سے تصدیق شدہ اشاعت

مئی 2019ء



- تذکرہ امام حسنؑ فی سرالشہادتین
- افسانہ کثرت ازدواج
- امام حسن علیہ السلام
- الاعیان من آل حسن علیہ السلام
- اقوال امام حسن علیہ السلام
- امام حسن علیہ السلام کا بچپن
- شہادت امام حسن علیہ السلام
- حسن البنا شہید

حکومت پنجاب کی طرف سے تعلیمی اداروں اور پبلک لائبریریز کے لیے منظور شدہ

ماہنامہ جلد 22 شمارہ 5 فروغ فکر و آگہی کے لیے

پیام اسلام آباد

ABC سے تصدیق شدہ اشاعت

Regd. No. ID 311

ISSN 1562-0018 | مئی 2019 | رمضان المبارک ۱۴۴۰ ہجری

فی شمارہ: -/80 روپے زر سالانہ -/800 روپے
زر سالانہ امریکہ، کینیڈا، یورپ -/170 ڈالر
مڈل ایسٹ -/80 ڈالر

PO Box No 416
Islamabad
051-2218005
+92 306 5566771

ukhuwat@gmail.com
murtaza@albasirah.com

publications@albasirah.com
www.albasirah.com

اجمال پیام

امام حسنؑ: ایک خصوصی اشاعت

(مدیر اعلیٰ

وہ تمام آیات جو اہل بیت رسالت کی شان میں نازل ہوئیں اُن سب کا ایک بارز مصداق امام حسن مجتبیٰ بھی ہیں۔ آیت تطہیر آپ کی طہارت نفس کی شہادت دیتی ہے۔ آیت مباہلہ آپ کے فرزند رسول ہونے اور آپ کی صداقت کی گواہی دیتی ہے اور آیت مودّت آپ کی مودت و محبت کے اجر رسالت ہونے کو بیان کرتی ہے۔ اسی طرح وہ تمام احادیث جو اہل بیت اطہارؑ کی شان و عظمت پر گواہ ہیں یا ان کی اطاعت کو امت پر فرض گردانتی ہیں، وہ آپ کے عظیم المرتبت ہونے اور امام مطاع ہونے پر شاہد عادل ہیں۔ نبی کریمؐ نے جس طرح اہل بیتؑ کے دیگر افراد کا نام لے لے کر ان کے مقام والا کو بیان کیا ہے اُسی طرح امام حسن علیہ السلام کے علو شان کو نام کے ساتھ ذکر فرمایا ہے۔ بعض احادیث حسنینؑ کریمینؑ دونوں کے بارے میں ہیں اور بعض دونوں کے روحانی و معنوی مرتبے کو الگ الگ بیان کرتی ہیں۔ نبی کریمؐ نے بعض احادیث میں دونوں کے آئندہ کے کردار کی طرف بھی اشارہ فرمایا ہے۔ حسنین شریفین کے بارے میں یہ حدیث تو زبان زد عام ہے کہ:

الحسن و الحسین سیدا شباب اهل الجنه

حسن اور حسین دونوں جوانان جنت کے سردار ہیں۔

اسی طرح دونوں فرزندان رسولؐ کے بارے الگ الگ بھی آنحضرتؐ کے فرمودات نقل ہوئے ہیں۔ امام ترمذی نے امام حسنؑ کے بارے میں نقل کیا ہے کہ:

رسولؐ اللہ امام حسن کو دوش مبارک پر سوار کر کے فرماتے: خداوندا! میں اسے محبوب رکھتا ہوں تو بھی اسے محبوب رکھ۔

ایک اور روایت میں آپ نے یہ بھی فرمایا:

اور (اے اللہ!) جو اسے محبوب رکھے تو اسے بھی محبوب رکھ۔

اسلام میں مرکز و محور رسولؐ اسلام کی ذات ہے۔ ہم نے قرآن انہی کے ذریعے حاصل کیا۔ آپؐ کی ذات ہدایت، خیر، بھلائی اور نیکی کا سرچشمہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری محبت کو قبول کرنے کا پیمانہ آنحضرتؐ کی اتباع کو قرار دیا ہے۔ دین اسلام میں عقیدہ توحید کے بعد اصل الاصول خاتم النبیینؐ ہی کی ذات ہے۔ یہی امر امام حسنؑ کی شخصیت کو پہچاننے کے لیے ہمارا مقدمہ ہے۔ آنحضرتؐ نے اُن کے جو مناقب و فضائل بیان کیے ہیں وہ اس لیے نہیں کہ آپؐ امام حسن کے نانا ہیں بلکہ اس لیے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے نبی و رسول ہیں۔ حق کی طرف سے مخبر صادق ہیں۔ آپؐ کا امام حسنؑ اور امام حسینؑ کو جوانانِ جنت کا سردار قرار دینا ظاہر کرتا ہے کہ یہ دونوں حق کے پیشوا اور ہادیانِ برحق ہیں۔ اُن کے اقدامات منشائے حق کے ترجمان ہیں۔ اس سے ہٹ کر کوئی اصول مذہب کچھ حیثیت نہیں رکھتا۔ ان اصولوں کی اگر

اس اصل الاصول سے مطابقت نہیں تو ان میں اصلاح کی ضرورت ہے۔امام حسنؑ و امام حسینؑ کے بارے میں متعدد احادیث سے یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ ان کی خوشنودی رسول اکرمؐ کی خوشنودی ہے اور رسول اکرمؐ کی خوشنودی خدا تعالیٰ کی خوشنودی ہے۔

آنحضرتؐ فرما چکے کہ اہل بیت کی مثال کشتیٔ نوح کی سی ہے جو اس میں سوار ہوا اُس نے نجات پائی اور جو دور رہا وہ ہلاک و غرقاب ہوا۔ جب یہ حقیقت ہے تو پھر ہر وہ شخص جو ان کے مقابل آیا اور جس نے ان کو اذیت دی، اسے کوئی اور مقام و مرتبہ فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ اُس کا عمل زیر سوال آئے گا نہ کہ اہل بیت اطہار کا۔

ہم نے یہ بات اس لیے کہنا ضروری سمجھا کہ امام حسنؑ کے بارے میں ایسے عظیم اور واشگاف حقائق موجود ہونے کے باوجود بعض شاہوں کے قلم کاروں اور جعل سازوں نے امام حسن مجتبیٰؑ کے بارے میں افسوسناک باتیں پھیلا رکھی ہیں، طرح طرح کی الزام تراشیاں کی ہیں اور اس فرزند رسولؐ کی کردار کشی کی منحوس کوششیں کی ہیں۔ اس کے پیچھے ملوکیت کی دسیسہ کاریاں اور خاندان عصمت و طہارت سے بغض و عناد کی ریشہ دوانیاں کارفرما ہیں۔ البتہ ان سب کے باوصف اگر ہم آنحضرتؐ کے فرامین کے آئینے میں آپؑ کی شخصیت کا جائزہ لینے کی کوشش کریں گے تو آپ کا اجلا اور نورانی چہرہ روشن ہو کر ہمارے سامنے آ جائے۔

آپ کے بارے میں سب سے افسوسناک پہلو یہ ہے کہ جس مستبد و سفاک قوت نے آپ کو زہر دلوا کر شہید کروایا اُسی نے آپ کی کردار کشی کے لیے جعل سازیوں اور افترا پردازیوں کا بھی سامان کیا لیکن دوسری طرف ایسے لوگ بھی ہیں جنھوں نے مکر و فریب کے پردے چاک کر کے حقیقت شناسی کے لیے راہ ہموار کی۔

دوسری طرف یہ بھی حقیقت ہے کہ امام حسن مجتبیٰؑ اگرچہ اہل بیت رسالت میں بہت بلند مقام رکھتے ہیں لیکن آپ کے بارے میں منفی پراپیگنڈا ریاکار، منافق اور ناصبی گروہ کی طرف سے بہت زیادہ کیا گیا۔ اس کے پیچھے جاہ طلبی، ہوس اقتدار اور مادہ پرستی کے سوا کچھ نہیں۔ ایسے میں ضروری تھا کہ اس فرزند رسولؐ کا حقیقی اسوہ و کردار امت کے سامنے پیش کرنے کے لیے زیادہ کوششیں کی جاتیں لیکن اس پر افسوس کیے بغیر چارہ نہیں کہ ایسا بہت کم ہوا۔ امام حسینؑ جو آپ سے چھوٹے ہیں اور آپ ہی کی طرح سردار جوانان جنت ہیں کے بارے میں جتنا کچھ لکھا گیا، آپ کے بارے میں اس کا عشر عشیر بھی نہیں لکھا گیا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اس فریضۂ فراموش شدہ کو ادا کرنے کے لیے محققین کمر ہمت باندھیں۔ ہماری نظر میں اس پہلو سے امام حسنؑ، امام حسینؑ سے زیادہ مظلوم ہیں۔ پیش نظر اشاعت اسی احساس کا ابتدائی نتیجہ ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ اس داستان کو بیان کرنے میں کئی مشکل مقام آتے ہیں۔ صدیوں سے کی گئی ذہن سازی اور جعلی روایات کی تاثیر سے فکر و نظر کو نکالنا اور غیر جذباتی فضا میں حقائق کو قبول کرنے کے لیے طبیعتوں کو آمادہ کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ تاریخ کے کئی مقامات پر ایسی ایسی ظرافت کاری سے دروغ بافی کی گئی ہے کہ ان کی حقیقت سے نقاب الٹنا اتنا آسان بھی نہیں رہا۔ ان مقامات کو مقامات آہ و فغاں ہی قرار دیا جا سکتا ہے۔ جب ظالم ملوک پر تقدس کی چادر بھی تان دی گئی ہو تو حق بیانی اور بھی مشکل ہو جاتی ہے۔ تاریخ کے ایسے ہی گوشوں پر نظر ڈالتے ہوئے سلاطین و ملوک کی باران نوازش کے تحت رقم شدہ کتب تاریخ کے بارے میں یہی کہا جا سکتا ہے:

ظاہریت کی کتابوں میں چھپا کر رکھ دیے آہ وہ نوحے جو تاریخوں کے خستہ دل میں ہیں

تذکرہ امام حسنؑ در سر الشہادتین

ثاقب اکبر



شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا ایک چھوٹا سا رسالہ ہے ’’سرّ الشہادتین‘‘۔ اصل میں یہ رسالہ عربی میں ہے البتہ اس کے متعدد فارسی اور اردو تراجم ہم نے دیکھے ہیں۔ بعض اہل علم نے اس کی شرحیں بھی لکھی ہیں۔ اس وقت ہمارے پیش نظر جناب نیز ندیم کے حواشی کے ساتھ احباب پبلشرز لکھنؤ سے شائع ہونے والا نسخہ ہے۔ اصل عربی متن کے ساتھ اس کا اردو ترجمہ بھی موجود ہے۔ سطور ذیل میں امام حسنؑ کی شہادت کے حوالے سے اسی کی عبارت سے ہم استفادہ کریں گے۔

جیسا کہ اہل علم جانتے ہیں اور رسالے کا نام ’’سرّ الشہادتین‘‘ بھی اس طرف اشارہ کرتا ہے کہ اسے امام حسن مجتبیٰؑ اور امام حسینؑ شہید کربلا کی شہادت کا مقصد بیان کرنے کے لیے سپرد قلم کیا گیا ہے۔ حضرت محدث دہلوی نے اگرچہ اہل تشیع کے خلاف ایک معرکۃ الآرا کتاب ’’تحفہ اثنا عشریہ‘‘ بھی لکھی ہے تاہم اہل بیت اطہار علیہم السلام سے اپنی عقیدت ومحبت کے اظہار کے لیے انھوں نے یہ رسالہ بھی سپرد قلم کیا ہے۔

ان کے نظریے کا خلاصہ یہ ہے کہ حسنین کریمینؑ کی شہادت دراصل نبی کریمؐ کے فضائل کے تتمہ کی حیثیت رکھتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی منشا یہ تھی کہ آپ کو وہ تمام فضائل وکمالات عطا فرمائے جو انبیائے ماسبق کو عطا فرمائے گئے تھے اور ان میں مرتبہ شہادت بھی شامل ہے۔ تاہم حکمت کا تقاضا یہ تھا کہ آپ کی ظاہری زندگی میں یہ فضیلت آپ کو حاصل نہ ہو چونکہ شوکت اسلام کے لیے یہ امر سازگار نہ تھا۔ لہٰذا امام حسنؑ کی شہادت کے ذریعے سے آپ کو سرّی شہادت کے مرتبے سے سرفراز کیا گیا اور امام حسینؑ کی شہادت کے ذریعے سے جہری شہادت کی فضیلت سے نوازا گیا۔ گویا ان دونوں فرزندان رسولؐ کی شہادت رسول اکرمؐ ہی کی شہادت ہے۔

مذکورہ نسخے سے متعلقہ عبارت ملاحظہ فرمائیں:

جو کمالات اور خوبیاں مختلف پیغمبران کرام میں علیحدہ علیحدہ موجود تھیں وہ ہمارے پیغمبر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں جمع ہو گئی تھیں...... حضور اکرمؐ میں اس سے بھی زیادہ کمالات تھے...... مگر ایک کمال باقی رہ گیا تھا وہ تھا شہادت کا مرتبہ، یہ کمال حضورؐ کو بذات خود حاصل نہیں تھا۔ اس میں بھی ایک راز تھا وہ یہ کہ اگر حضور اکرمؐ کسی جنگ میں شہید ہو جاتے تو اسلام کی شوکت متاثر ہوتی، دین میں خلل پڑتا۔ اگر لاعلمی میں آپ شہید ہو جاتے (جیسے کہ حضور اکرمؐ کے بعض خلیفہ شہید ہوئے) تو آپ کی شہادت مشہور نہ ہوتی بلکہ اسے مکمل شہادت بھی نہ کہا جا سکتا۔ اس وجہ سے کہ مکمل شہادت اس کا نام ہے کہ آدمی مسافری اور مشقت میں مارا جائے، اس کے گھوڑے کی کوچیں کاٹی جائیں، اس کی لاش میدان میں پڑی رہے، اس کے چاروں طرف اس کے معزز دوست اور اقرباء مارے جائیں، اس کے اموال لوٹے جائیں، اس کے ناموس اور یتیم بچے قید میں گرفتار ہوں اور یہ سب مصائب صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہوں۔ حکمت الٰہی اور کارسازی نے یہ پسند کیا کہ یہ کمال بھی حضورؐ کو مل جائے اور آپؐ کی وفات کے بعد آپ کو ملے۔ حضور اکرمؐ کے دنیا سے پردہ کرنے کے بعد دور خلافت گزرا۔ مظلومیت اس کی مناسب نہیں ہے جو بالواسطہ ہو بلکہ اس کی مظلومیت مناسب تھی جو بلاواسطہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت داروں میں ہو، آپ کو اولاد میں بہت عزیز ہو جس کی منزلت کا رتبہ فرزند کے برابر ہو تاکہ اس کا حال حضورؐ کے حال میں شامل سمجھا جائے اور اس کا کمال حضورؐ کا کمال گردانا جائے۔ اللہ تعالیٰ کی عنایت نے اس امر پر توجہ کی اور حسنین علیہما السلام کو اپنے نانا کی نیابت عطا کی۔ یہ آئینے ہیں پرتو کمال محمدیؐ کے، یہ دونوں دو رخسار ٹھہرائے گئے حضور اکرمؐ کے جمال کے۔ چونکہ شہادت دو قسم کی مقرر کی گئی تھی، ایک پوشیدہ اور ایک مکمل طور سے ظاہر جو سب پر آشکار ہو۔ پہلی قسم کی شہادت ایک مخفی عمل تھا اس لیے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کبھی اس کا ذکر نہیں کیا اور جب شہادت ہوئی (امام حسن علیہ السلام کی) تب بھی شبہ رہا۔ یہ امر بیوی کے ہاتھ واقع ہوا حالانکہ یہ رشتہ محبت سے عبارت ہے نہ کہ دشمنی سے۔ یہ سب اسی سبب سے ہوا کہ یہ شہادت پوشیدہ رکھی گئی تھی۔ اس کی بنیاد ہی پوشیدگی پر تھی۔ اسی وجہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اس کی خبر نہیں دی۔ نہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ بات بتائی اور نہ کسی اور نے یہ خبر بہم پہنچائی تھی۔ چھوٹے صاحبزادے (امام حسینؓ) دوسری قسم کی شہادت سے مخصوص ہوئے اس کی بنیاد شہرت اور اعلانیہ تھی۔ سب سے پہلے وحی میں بہ زبان حضرت جبریل علیہ السلام اس کا ذکر ہوا۔ فرشتوں کی زبان پر یہ بات آئی پھر مقام شہادت اور زمانہ شہادت کی خبر دی گئی۔ اس بات کو بہت زیادہ شہرت مل گئی۔

ہماری رائے میں جناب محدث دہلوی نے بڑی گہری بات کی ہے اور احادیث و روایات اس امر کی شہادت دیتی ہیں کہ امام حسینؓ کی شہادت کا ذکر بارہا کیا گیا لیکن نبی کریمؐ نے امام حسنؓ کی شہادت کی طرف کوئی اشارہ نہیں فرمایا۔ یہ الگ بات ہے کہ آپ کو اس کا علم ہو گا لیکن مصلحت خداوندی کا تقاضا یہی تھا کہ اس کے بارے میں خاموشی اختیار کی جاتی۔ احادیث و تاریخ کا جائزہ لیتے ہوئے یہ امر تعجب انگیز ہی معلوم ہوتا ہے لیکن اللہ کی حکمتیں عمیق اور دوررس ہوتی ہیں۔ پیغمبر اکرمؐ نے امام حسینؓ کی شہادت کا ذکر فرمایا اور ان پر گریہ بھی فرمایا۔ یہاں تک کہ کربلا کی مٹی جو جبرئیل لے کر آئے تھے وہ ام المومنین حضرت ام سلمٰی کو دی اور فرمایا کہ اسے اپنے پاس رکھنا میرا حسین شہید ہو جائے گا تو یہ مٹی خون بن جائے گی اور ایسا ہی ہوا۔ آپ کے مشہور خطبہ شعبانیہ کا مطالعہ کیا

جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اُس کے بعد آپؐ نے امیر المومنین حضرت علیؑ کی شہادت کا بھی ذکر فرمایا اور اسے یاد کر کے گریہ بھی فرمایا۔ آپ نے آئندہ کے کئی ایک واقعات و سانحات کی خبر دی۔ اپنے کئی ایک اصحاب کی وفات اور شہادت کا ذکر فرمایا۔ آپ نے حضرت ابوذر غفاریؓ کی عالم تنہائی میں وفات کی خبر دی۔ آپ نے باغی گروہ کے ہاتھوں حضرت عمار یاسرؓ کی شہادت کی خبر دی۔ آپ نے حضرت حجرؓ ابن عدی کی شہادت کی خبر دی۔ یہاں تک کہ آپ نے عمرؓو ابن حمق کی وفات کی خبر دی اور بتایا کہ وہ کس طرح سے واقع ہوگی۔ آپ نے جنگ جمل، جنگ صفین اور جنگ نہروان کے کئی ایک کرداروں کی پہلے سے خبر دے دی تھی لیکن آپ نے امام حسنؑ کی شہادت کی خبر نہیں دی جب کہ آنے والی تمام تاریخ کے واقعات آپس میں کڑیوں کی طرح جڑے ہوئے تھے اور ان میں امام حسنؑ کی شہادت کا واقعہ اہم کڑی کی حیثیت رکھتا تھا۔ اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ آپؐ کی شہادت کو مخفی رکھنا بہت بڑی حکمت کا حامل تھا۔ خود امام حسنؑ نے بھی زہر دینے والی بیوی تک کا نام لینے سے اجتناب کیا۔

یہ بات اس لحاظ سے اور بھی حیران کن ہے کہ نبی کریمؐ جانتے تھے کہ میرے یہ دونوں فرزند ایک ہی مرتبے کے حامل ہیں۔ دونوں کے بارے میں فرمایا کہ وہ جوانانِ جنت کے سردار ہیں۔ دونوں کے بارے میں فرمایا کہ وہ امام ہیں چاہے بیٹھے ہوں یا کھڑے ہوں۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ بعض روایات کے مطابق آپ نے دو مسلمان گروہوں کے مابین صلح کروانے کے حوالے سے بھی امام حسنؑ کے کردار کا ذکر کیا۔ ایسے میں ہم قیاس نہیں کر سکتے کہ آپ کو امام حسنؑ کی شہادت کا علم نہ تھا بلکہ یہی سمجھا جاسکتا ہے کہ کسی بڑی حکمت کے تحت اللہ تعالیٰ کی منشاء کے پیش نظر آپؐ نے اس حقیقت کو بیان نہیں فرمایا۔

ہم سمجھتے ہیں کہ اتنی بڑی حقیقت کا اخفا بہت سوال انگیز ہے۔ اس کے سوال انگیز ہونے میں ہی ایک زبردست حکمت پوشیدہ دکھائی دیتی ہے۔ انسانی نفسیات کا تقاضا ہے کہ جب کسی نہایت اہم واقعے کو مخفی رکھا جائے گا تو انسان اس کی کھوج لگانے کی زیادہ سے زیادہ کوشش کرے گا اور اس کے اسباب جاننے کے درپے ہوگا۔ یہی حال امام حسنؑ کی شہادت کا بھی ہے۔ جوں جوں انسان اس پر غور کرے گا اور اس حقیقت کا سراغ لگانے کی کوشش کرے گا، دین کے چھپے ہوئے راز اس پر آشکار ہونے لگیں گے۔ اس پس منظر میں جب شاہ محدث دہلوی کی اس بات کو دیکھا جائے کہ امام حسنؑ کی شہادت بھی دراصل رسول اللہ ہی کی شہادت ہے، تو ایک رسول اللہ کا امتی، آپؐ کو محبوب رکھنے والا اور آپؐ کے درد کو اپنا درد سمجھنے والا کیسے تاریخ کے اس مخمصے پر غور کیے بغیر رہ سکتا ہے اور وہ کیوں نہ ان اصل ہاتھوں کو پہچاننے کی کوشش کرے گا جو رسول اللہ کی مخفی شہادت کا باعث بنے۔

یہیں سے اس امر کی حقیقت کی طرف بھی ذہن جاتا ہے کہ امام حسنؑ اگر زہر دینے والی بیوی کا نام لے بھی لیتے تو وہ ایک آلہ کار سے زیادہ کوئی حیثیت نہ رکھتی تھی اور ابھی انسانی اذہان کھلی حقیقتوں کو قبول کرنے کے لیے آمادہ نہ تھے۔

افسانہ کثرت ازدواج

خواجہ محمد لطیف انصاری (مرحوم)

امام حسن علیہ السلام کے کثرت ازدواج وطلاق کا مسئلہ مورخین کے مابین ایک اختلافی مسئلہ رہا ہے، مسئلہ کی تاریخی حیثیت اپنی جگہ یہ مسئلہ امام حسن علیہ السلام کی شخصیت کو مسخ کرنے اوراس کا درست فہم نہ حاصل کرسکنے کا ایک اہم سبب ہے۔ خواجہ محمد لطیف انصاری نے درج ذیل مضمون میں اس موضوع پر مدلل سیر حاصل گفتگو کی ہے۔ خواجہ صاحب کا مضمون من وعن پیش قارئین ہے۔ یہ مضمون تاریخ حسن مجتبیٰ کی تحریر کا خلاصہ ہے۔ ادارہ

مسلمانوں میں تاریخ کی ابتدا بنوامیہ کے ایما پر ہوئی اور سب سے پہلی تاریخ ''اخبار الماضیین'' بنوامیہ کے پہلے مستبد بادشاہ (Despotie Monarch) کے ایما سے تدوین ہوئی اس کے بعد حزب اقتدار کے ایما پر حدیث سازی اور تاریخ نویسی کی مہم شروع ہوئی جس کا واحد مقصد حزب اختلاف اہل بیت رسول کے خلاف سیاسی حیلوں سے مسلح پروپاگنڈا تھا تاکہ اسلام کے مخلص جان نثاروں کو عوام کی نظروں میں پست کیا جائے۔

مسلمانوں کی اس تاریخ نویسی پر اہل مغرب کی آرا:

اس زمانے کے عرب مورخین کے متعلق پروفیسر سیمن آکلے (Seamen Okley) پروفیسر عربی کیمبرج یونیورسٹی ۱۷۲۰ء اپنی شہرہ آفاق تاریخ سارسینز کی تاریخ (History of Sarasen) میں اس طرح رقم طراز ہیں:

عربوں نے تاریخ نویسی کا غلط طریقہ اختیار کیا ہے ہمیں اس مسرت اور فائدہ سے محروم کر دیا جو ہم کو لکھی ہوئی تاریخوں سے حاصل ہوسکتا تھا۔ مورخ کے فرائض اور حقوق کیا ہوتے ہیں انھوں نے کما حقہ نہ سمجھا اس لیے ان فرائض اور حقوق کو نظر انداز کر دیا۔ ان کی لکھی ہوئی تاریخوں کا مطالعہ کرنا اوران سے صحیح تاریخی واقعات اخذ کرنا بہت مشکل ہوگیا ہے۔

یہ ان تاریخی ماخذوں کی بے اعتباری اوران کی کوتاہیوں کا عالم ہے جن سے امام حسن علیہ السلام جیسے مرتاض امام کی کثرت ازدواج وطلاق کا افسانہ مرتب کیا گیا ہے۔ امریکائی مستشرقین جن کا ایک قول حدیث کے متعلق پہلے بھی لکھ چکے ہیں یعنی پروفیسر فلپ کے ہٹی (P.K. Hitti)۔ پروفیسر امریکائی یونیورسٹی پرنسٹن عربی مورخین کی کوتاہیوں پر اس طرح تنقید فرماتے ہیں:

> عربی مورخین نے راویوں کا سلسلہ اسناد و یوم و تاریخ کو تو بہت اہمیت دی ہے لیکن اصل واصل واقعہ کی تحقیق پر کہ آیا وہ ممکن الوقوع ہے یا کہ نہیں یا جس طرح بیان کیا گیا ہے اسی طرح واقعہ ہوا ہے یا نہیں کوئی توجہ نہیں

کی جو کچھ راویوں نے کہہ دیا لکھ دیا۔ ان مورخوں نے اپنے عقل وفہم اور قوت تمیز سے کام لے کر واقعات کے متعلق تحقیق وتشریح اور تنقید وتبصرہ نہیں کیا۔

اس قسم کے غیر معتبر تاریخی شاہکاروں میں ایک افسانہ کثرت ازدواج وطلاق آغوش پرورده رسول امام حسن علیہ السلام ہے جو اموی زرخرید راویوں کے بیانات سے مرتب کیا گیا ہے اسے کسی معیار پر نہیں پرکھا کہ آیا یہ ممکن الوقوع بھی ہے یا کہ نہیں۔ اس طرح واقعہ ہوا بھی ہے یا نہیں یہ مکروہ اموی پروپاگنڈا تحقیق وتشریح ،تنقید وتبصرہ سے عاری ہے۔

تاریخ لکھوانے والے بنوامیہ:

بنوامیہ جنھوں نے یہ تاریخ مرتب کروائی اپنے اغراض ومقاصد کے بندے تھے چنانچہ مصر کے مشہور سنی اہل قلم عباس محمود العقاد اپنی تصنیف ابوالشہد امیں بنوہاشم اور بنوامیہ کا موازنہ اس طرح کر رہے ہیں۔

> یہ دونوں خاندان مزاج اور اخلاق کے لحاظ سے مختلف تھے اگرچہ قبیلہ قریش کی دوشاخیں تھیں بنوہاشم اغلب طور پر انسانیت کا نمونہ عمل روحانی انسان تھے۔ یہ خصوصیت خاص طور پر سیدہ فاطمہؑ کی اولاد میں موجود تھی۔
> بنوامیہ عام طور پر اکثر اپنے نفع کے لیے ہی عمل کرنے والے انسان تھے یہ خصوصیت پدری اور مادری طور پر عبدالشمس کی اولاد میں موجود تھی۔ (۱)

السید محسن الامین الحسینی العاملی اپنی شہرۂ آفاق کتاب "اعیان الشیعہ" میں بنوامیہ اور بنوعباس کے حالات کے ضمن میں تحریر فرماتے ہیں۔

> حضرت علی مرتضیٰ اور ان کی ذریت تمام زمانوں میں شریعت ،عدل ،احسان ،زہد اور تقویٰ کے طریقوں کے محافظ تھے یہاں تک کہ ان حضرات کا سلوک دشمنوں سے بھی ایسا ہی تھا۔ اس لیے لوگ ان کی طرف مائل ہوتے تھے، سوائے حاسدوں اور دشمنوں کے جو ان کے مخالفین کی طرف مائل ہوتے تھے لہذا سلاطین زمانہ اور بادشاہان وقت کو ان سے ہمیشہ اپنی سلطنت کے متعلق اندیشہ رہتا تھا اس لیے انھوں نے ان حضرات کے مراتب گھٹانے اور ان کی اور ان کے پیروں کی ایذا رسانی میں حد سے زیادہ کوشش کی بلکہ اس سلسلہ میں انھوں نے سرکار رسالت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی مستثنیٰ نہیں کیا۔

بنوامیہ کا سرکار رسالت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور اولاد ابی طالب کے خلاف پراپیگنڈہ

حضرت محمد مصطفیٰ اور حضرت ابو طالب نے اپنی زندگی میں بنوامیہ کے ارادوں کو جس طرح ناکام بنایا اور ان کے اغراض و مقاصد کو جس طرح خاک میں ملایا اور ان کی اولاد نے جس طرح اسلام کو پروان چڑھایا اور بنوامیہ کو خلاف اسلام جنگوں میں جس طرح شکست پر شکست دی وہ اموی حکمرانوں کے دلوں میں کانٹے کی طرح کھٹکتی رہی اس کا نتیجہ بنوامیہ کا حضرت محمد مصطفیٰ حضرت ابو طالبؑ اور اولاد ابی طالب سے عناد کی صورت میں ظاہر ہوا انھوں نے اپنے زمانہ اقتدار میں تاریخی پراپیگنڈے کی ایک زبردست مہم شروع کی اور آج تک ان کے متبعین کے دم قدم سے جاری ہے۔

حضرت محمد مصطفیٰ ابوطالب اولادِ ابی طالب کے وقار کو کم کرنے کے مختلف عنوان اختیار کیے گئے۔

۱۔ سرکار احسان ابوطالب عمران کے اسلام سے انکار۔

۲۔ سرکار احسان ابوطالب عمران جن کی تجارت ممالک خارجہ میں تھی ان کے افلاس کے تذکرے۔

۳۔ حضرت امام حسن علیہ السلام کے کثرت ازدواج و کثرت طلاق کے افسانے۔

۴۔ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صنفی خواہشات کے افسانے۔

۵۔ حضرت امام حسن علیہ السلام پر مسرفانہ زندگی کا الزام۔

۶۔ حضرت ام کلثوم بنت جناب امیر و سیدہ فاطمہ کا افسانہ۔

۷۔ حضرت سکینہ سلام اللہ علیہا مظلومہ شام پر مکروہ حملے۔

آج ہمیں پہلے کثرت ازدواج اور کثرت طلاق کے افسانے کی حقیقت پر روشنی ڈالنا ہے اور مسرفانہ زندگی کی حقیقت کو واضح کرنا ہے۔

ان مسائل پر غور کرنے کے لیے مندرجہ ذیل امور کو ملحوظ رکھیں۔

۱۔ جس تاریخ میں یہ افسانہ موجود ہے وہ بنوامیہ کے خاص سیاسی گروہ نے جو ایک خاص مذہبی فرقہ سے تعلق رکھتا ہے حزب اختلاف کے خلاف ایک خاص فرقہ کے پراپیگنڈے کے لیے لکھوائی ہے۔

۲۔ اس تاریخ کے مرتب کرنے والے افراد سیاسی مرغ بادنما (Political Weather Cock) تھے کہ جس سمت اقتدار کی ہوا چلی اسی طرف ان کا رخ ہو گیا۔ اس سلسلہ میں اسے ہرگز فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ "قلم بدست بدخواہ است"

۳۔ یہ تاریخ سطحی نظر سے ذاتی اغراض کے ماتحت لکھی گئی ہے اس میں وہ تمام نقائص موجود ہیں جو بادشاہوں کے ایما پر لکھے جانے والی تاریخ میں ممکن ہیں۔

۴۔ یہ تاریخ درایت کو نظر انداز کر کے، تنقید و تبصرہ کے بغیر اندھا دھند لکھی گئی ہے۔

۵۔ اس تاریخ کے لکھنے والوں نے مورخ کے حقوق و فرائض کو نظر انداز کیا ہے اور یہ نہیں دیکھا کہ آیا یہ تاریخی واقعہ ممکن الوقوع ہے بھی یا نہیں آیا واقعہ ہوا بھی ہے یا کہ نہیں اس افسانہ کثرت ازدواج کا مقدمہ یا تمہید وہ الزام ہے جو وضعی احادیث کے ذریعہ افراط صنفی خواہشات کا سرکار رسالت کی ذات قدسی صفات کی طرف منسوب کیا گیا۔ یہی وہ مواد ہے جسے غیر مذاہب کو اسلام اور ذات قدسی صفات محمد مصطفیٰ کے خلاف پیش کرتے ہیں اور جس کا اعادہ کسی اسلامی کتاب کے شایان نہیں اے کاش مسلمان ان وضعی احادیث کو درایت کی کسوٹی پر پرکھتے ان پر تنقید و تبصرہ کر کے انھیں کتب احادیث سے خارج کر دیتے ان احادیث میں ایسی ایسی باتیں حضور کی ذات اقدس کی طرف منسوب کی گئی ہیں جن کے سدباب کرنے کا ایک عام مسلمان سے بھی امکان نہیں۔ جناب رسالت مآب کی طرف ایسے جنسی مسائل کی نسبت دی گئی کہ وہ ایک نبی معصوم رسول مرتاض۔ مصلح بنی آدم کی بجائے ایک سراپا تعیش انا سن معلوم ہوتے ہیں اور اس قسم کے افسانے شرعی جواز کے ضمن میں وضع کیے گئے۔ اس قسم کے لٹریچر کو شائع کرنا ہم خلاف اصول

سمجھتے ہیں مگر واضعین حدیث کی بد باطنی کے اظہار کے لیے صرف ایک وضعی حدیث پر اکتفا کرتے ہیں۔

انس سے روایت ہے کہ سرکار رسالت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شب و روز میں ایک ہی وقت میں اپنی گیارہ بیویوں کا چکر لگایا کرتے تھے۔ انس سے پوچھا گیا کیا ان میں اتنی طاقت تھی۔ اس نے کہا ہم لوگ کہا کرتے تھے کہ آپ کو تیس مردوں کی طاقت دی گئی ہے۔(۲)

لاحول ولاقوۃ الاباللہ اللھم احفظنامن شرور الفسناد سیئات اعمالنا

جناب رسالت مآب جن سے ظاہری عقیدت کا اظہار بنو امیہ کا شعار تھا جب ان سے اس قسم کے خرافات منسوب کرنے کی انھیں جسارت ہے تو پھر اندازہ کیجیے کہ امام حسن علیہ السلام جن کے وہ علی الاعلان اور کھلم کھلا دشمن تھے ان کے متعلق مکروہ پراپیگنڈا جس شدومد سے چاہیں کریں۔

ہماری تمہید کے پیش نظر اب آپ کثرت ازدواج وطلاق کے فسانہ پر غور وفکر کیجیے۔

امام حسن علیہ السلام کے کثرت ازدواج کے افسانہ میں حضور کی ازدواج کے تعین وعدد میں اختلاف ہے۔

۱۔ ۶۴ بیویاں تھیں کنیزیں ان کے علاوہ تھیں۔

۲۔ امام حسنؑ نے بہت عقد کیے کہا گیا ہے کہ ۷۰ عقد کیے۔(۳)

۳۔ علامہ سیوطی نے کہا ہے کہ امام حسن نے ۷۰۰ سات سو سے زیادہ عقد کیے۔(۴)

۴۔ علامہ محمد بن جہان مصری نے لکھا ہے: آپ نے ۹۰ عقد کیے۔(۵)

۵۔ ابو طالب مکی لکھتے ہیں:

آپ نے دو سو پچاس عقد کیے کہا گیا کہ تین سو عقد کیے۔(۶)

ابو طالب مکی نے اپنی کتاب قوت القلوب میں اسے روایت کیا ہے وہ کتاب بے ترتیب سی ہے۔ علم رجال میں ابو طالب کے ذکر میں وارد ہوا ہے۔

وکان مصاباً بالھستیریا وکان طعامہ فی ذلک الوقت عروق البروی حتی اخضر جلدہ وقد الف کتابہ وھو مصاب بعقلہ وذکروا اللہ ذکر فی کتابہ اخبار أو احادیث لااصل لھا وانہ عرف بقلہ الورع وارتکاب المحارم(۷)

ابو طالب مکی نے جب قوت القلوب تالیف کی ہے تو وہ ہسٹریا کی مرض میں مبتلا تھا بروی کے پتے کھاتا تھا یہاں تک کہ اس کی جلد سبز ہوگئی تھی جس وقت تالیف کی فاطر العقل تھا اس نے اس کتاب میں ایسے اخبار واحادیث ذکر کیے ہیں جن کی کوئی اصلیت نہیں اس میں پرہیزگاری کی قلت تھی اور حرام باتوں کا مرتکب ہوتا تھا۔

۶۔ کچھ لوگوں نے آپ کی کل شادیوں کی تفصیل میں ۷۰ آزاد عورتوں سے نکاح اور ایک سو ساٹھ کنیزیں لکھی ہیں۔

۷۔ سلیمان بن احمد کہتے ہیں کہ مجھ سے حسین بن اسحاق نے ان سے عثمان ابی شیبہ نے ان سے عبدالاعلیٰ نے ان سے ہشام

بن حسان نے ان سے محمد بن سیرین نے بیان کیا کہ حسن بن علی نے ایک عقد کیا اس کے پاس سو کنیزیں بھیجیں ہر کنیز کے ساتھ ایک ہزار درہم بھیجے۔(۸)

۸۔ یہی محمد بن سیرین کہتے ہیں کہ حسن بن علی نے خولہ بنت منظور بن زیاد کا خطبہ اس کے باپ سے کیا یعنی اس کے باپ سے نکاح کی تمنا کا اظہار کیا جواب میں منظور کے یہ الفاظ بتائے گئے۔

انی لا نلحک وانی لاعلم انک کا غلق ملق غیر انک اکرم العرب بیتاً و اکرمھم نفساً(۹)

میں آپ سے خولہ کا عقد کر دوں گا یہ جانتے ہوئے کہ آپ (عیاذاً باللہ) بدخلق بہت طلاق دینے والے اور (معاذ اللہ) خوشامدی ہیں اس لیے کہ آپ کل عرب میں خاندان ونفس کے لحاظ سے سب سے بزرگ ہیں اس روایت کو مدائنی نے نقل کیا ہے۔ مدائنی کے متعلق وارد ہوا ہے۔

ولیس بالقوی بالحدیث وھو صاحب الاخبار۔قل ما لہ من الروایات المسندہ۔(۱۰)

وہ حدیث میں قوی نہیں ہے۔تھوڑے سے اخبار جو اس سے منقول ہیں وہ مستند روایات نہیں۔

انہ کان اموی النزعہ فقد کان مولی السمرۃ حبیب الاموی۔

اس شخص کا تعلق اموی پارٹی سے ہے وہ سمرہ بن حبیب اموی کا غلام تھا۔(۱۱)

ذرا ان روایات کا جائزہ لیجیے تعداد نکاح کے افسانہ میں شدید اختلاف ہے۔

۱۔ ۶۴ بیویاں تھیں کنیزیں ان کے علاوہ تھیں۔

۲۔ ۷۰ بیویاں تھیں۔

۳۔ ۷۰ بیویاں تھیں اور ایک سو ساٹھ کنیزیں۔

۴۔ ۲۵۰ بیویاں۔

۵۔ ۳۰۰ بیویاں۔

۶۔ ۷۰۰ بیویاں۔

۶۴ سے ۷۰۰ تک کی تعداد اور اس میں اتنا اختلاف بتلا رہا ہے کہ کثرت ازدواج کی حیثیت افسانوی ہے۔

اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال۔

جب احتمال پیدا ہو جائے تو استدلال باطل ہو جاتا ہے۔

یہاں احتمالات کی کثرت ازدواج کی وضعیت پر دلالت کر رہی ہے۔

۱۔ درایت کا مسلمہ اصول ہے کہ اگر کوئی امر متعدد طریقوں سے منقول ہو اور وہ طریقے باعتبار الفاظ و معانی مختلف ہوں اور اس سے کوئی ایک صورت درجۂ اعتبار تک نہ پہنچ سکے تو وہ امر قابل قبول نہیں ہے کثرت ازدواج کی روایات میں ایسا اختلاف موجود ہے جو ۶۴ سے ۷۰۰ تک پہنچ گیا ہے۔یہ اختلاف ہی روایات کثرت ازدواج کی بیخ کنی کر رہا ہے جس قدر روایات کثرت ازدواج

کے متعلق لکھی گئی ہیں ان کی سندیں محفوظ نہیں تقریباً نو سو سال کے بعد علامہ سیوطی سات سو سے زیادہ عقد کا دعویٰ کر رہے ہیں اس کی تاریخ وعلمی قدر و قیمت کیا ہوئی ان میں ہمیں ایک راوی محمد بن سیرین زادی ملتا ہے اس لیے ضروری ہے کہ ہم محمد سیرین کی تنقید سے اس روایت کو پرکھ لیں۔ محمد بن۔۔۔۔۔بن حسان نے روایت کی ہے کہ ہشام بن حسان کو قطان ضعیف کہتے ہیں محمد بن سیرین حضرت عمر کے زمانہ سلطنت میں پیدا ہوا اس لیے صحابی نہیں ہے۔ حضرت عمر کا زمانہ سلطنت ۱۳ھ سے ۲۳ھ تک ہے زمانہ ہشام بن عبدالملک ۱۱۰ھ میں محمد بن سیرین کا انتقال ہوا سنے مندرجہ ذیل سلاطین کا زمانہ پایا حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی حضرت امام حسن، معاویہ، یزید، معاویہ بن یزید، مروان، عبدالملک ولید ابن عبدالملک سلیمان ابن عبدالما لک، عمر ابن عبدالعزیز یزید بن عبدالملک، ہشام بن عبدالملک یہ زمانہ ہے وہ جو بنی امیہ کے عروج کا زمانہ کہلاتا ہے۔

روات حدیث میں سے ہے اور اس نے آئمہ اہل بیت میں سے پانچ اماموں کا زمانہ پایا مگر ان پانچوں میں سے کوئی ایک بھی اس کا شیخ الروایت نہیں ہے۔

گویا اموی حکومت کی ملازمت میں ان کی زندگی کا خاتمہ ہوا ۷۵ھ جب یہ مدینہ میں بیمار ہوئے بڑے بڑے لوگ عیادت کو آتے تھے خود مروان بن الحکم بھی آتا تھا۔

کیا بعید ہے کہ ابن سیرین نے یہ روایت عمران بن حطان خارجی مداح ابن ملجم سے لی ہو۔

اس روایت میں امام حسن علیہ السلام کے متعلق جو نازیبا و ناشائستہ الفاظ خولہ کے والد منظور کی زبان سے روایت کیے ہیں وہ درایت کے خلاف ہیں۔

خلق حسنؑ اس زمانہ میں بھی ضرب المثل تھا اور آج بھی زبان زد خلائق ہے پھر منظور حقیقت واضح کے خلاف امام حسن علیہ السلام کے لیے کس طرح غلق (بداخلاق) کا لفظ استعمال کر سکتا تھا۔ یہ لفظ راوی کی اپنی اختراع ہے اور اموی پالیسی نے راوی کے منہ میں یہ لفظ اس لیے رکھا تا کہ شہرہ آفاق خلق حسنؑ کو جس نے انھیں مرجع انام بنا رکھا تھا اور انسانیت کے لیے ایک کشش رکھتا تھا اس روایت سے اسے مشتبہ کیا جائے اور امام حسن علیہ السلام کی دلیری، جرأت و جسارت کے جو تذکرے تاریخ کے اوراق کی زینت ہیں انھیں "غلق" جیسے لفظ سے محو غلق کیا جائے ورنہ منظور کو ان کے شہرہ آفاق خلق کی موجودگی میں انھیں غلق کہنے کی کس طرح جرأت ہو سکتی تھی۔ مگر۔

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائیگا

اللہ کی قوت قاہرہ کی کارروائیاں ملاحظہ کیجیے کہ اسی روایت کے دوسرے حصہ نے اس قلعہ کو منہدم کر دیا جو اموی ڈپلومیسی کی بنیادوں پر قائم کیا گیا ہے۔ چنانچہ آخر میں منظور کے یہ الفاظ قابل غور ہیں۔

انک اکرم العرب بیتاً و اکرمھم نفساً

لیکن آپ خاندان کے لحاظ سے بھی کریم ترین عرب ہیں اور اپنے نفس کے لحاظ سے بھی کریم ترین ہیں جو کریم ترین گھرانے

سے ہو اور نفس کے لحاظ سے فرد ہو وہ نہ غلق بد خلق ہوسکتا ہے نہ خواہشات نفسانی کی وجہ طلق کثرت سے طلاق دینے والا ہوسکتا ہے اور نہ ہی خوشامدی ہوسکتا ہے خولہ بنت منظور فزاریہ جناب امام حسن علیہ السلام کی زوجہ محترمہ ہیں جن کے بطن سے حضرت حسن مثنیٰ کی ولادت ہوئی۔

۲۔ علم درایت کا یہ بھی تسلیم شدہ اصول ہے کہ اگر کوئی ایسی بات بیان کی جارہی ہو جو حقیقتاً واقعہ ہوئی ہو تو لوگ اسے دیکھتے جانتے اور گفتگو کے ضمن میں بیان کرتے ہیں لیکن چند زر خرید راویوں کے سوا کسی نے ان روایات کو بیان نہیں کیا بلکہ دشمن بھی ان مکالمات میں جو امام حسن علیہ السلام کے ساتھ ہوئے کبھی زبان پر نہ لاسکے۔

۳۔ جب ہم کثرت ازدواج اور کثرت طلاق کے اس افسانہ پر غور کرتے ہیں تو ہمیں صاف نظر آتا ہے کہ ایسا واقعہ نہیں ہوا کیونکہ ایسا واقعہ ہوتا تو ان تمام عورتوں کے نام علم رجال میں تذکرۂ حسنؑ کے ضمن میں موجود ہوتے جن سے انھوں نے نکاح کیا یا انھیں طلاق دی ہمیں امام حسن علیہ السلام کی صرف نو بیویوں کے نام ملتے ہیں ان ازواج سے آپ نے مختلف اوقات میں نکاح کیا اور ان میں سے بعض کے اولاد بھی ہوئی۔

۱۔ ام بشیر دختر ابو مسعود بن عقبہ ان کے بطن سے زید بن الحسن اور دو لڑکیاں ام الحسن اور ام الحسین پیدا ہوئیں۔

۲۔ خولہ بنت مسعود فزاری جن کے شکم سے حسن ابن حسن المعروف بہ حسن مثنیٰ کی ولادت ہوئی۔

۳۔ ام ولد ان سے عمر بن الحسن، قاسم عبداللہ و عبدالرحمن۔

۴۔ ام اسحٰق بنت طلحہ بن عبداللہ تیمی سے حسین اثرم، طلحہ و فاطمہ۔

۵۔ ثقفیہ۔

۶۔ رملہ

۷۔ ام الحسن

۸۔ بنت امرء القیس ان میں سے بعض سے ام عبداللہ۔ فاطمہ ام سلمہ و رقیہ پیدا ہوئی ہیں۔

۹۔ جعدہ بنت اشعث جس نے آپ کو زہر دیا یہ ام فروہ کی بیٹی تھیں جو حضرت ابو بکر کی بہن تھی۔ (ابصار العین)

یہ نو کا عدد وہی ہے جو سرکار رسالت کی سیرت میں بھی موجود ہے جس طرح سرکار رسالت کے نو نکاح سیاسی و معاشرتی مصالح پر مبنی تھے امام حسن علیہ السلام کے ہاں بھی مصالح موجود تھے امام حسن علیہ السلام کے ہاں یہ نو بیویاں ایک وقت میں موجود نہیں تھیں۔

۴۔ ایک اور حیثیت سے بھی کثرت عقد کی روایات پر تنقید ہوسکتی ہے ان سات سو عقدوں سے طویل رومانی داستانیں تالیف ہوسکتی تھیں۔

۵۔ افسانہ کثرت ازدواج ممکن الوقوع ہی نہیں کیونکہ یہ امام حسن علیہ السلام کی بلند سیرت کے منافی ہے جس کا اپنوں کے علاوہ غیر مسلم اغیار نے بھی اعتراف کیا ہے۔

ایڈوورڈ گبن اپنی مشہور و معروف تاریخ تنزل و انقطاع سلطنت روم(Decline cline and fall of Roman

Empire میں لکھتے ہیں:

یہ حضرت (ائمہ معصومین آل محمد) آلات حرب، مال وزرا اور رعایا نہ رکھتے تھے اس پر بھی لوگ ان کی عزت وقعت و تعظیم کرتے تھے یہ چیز حکمران سلاطین کے دلوں میں رشک وحسد کی آگ بھڑکاتی تھی، ان کے مزارات مقدسہ جو مدینہ وفرات کے کنارے اور خراسان میں موجود ہیں اب تک ان کے شیعوں کی زیارت گاہ ہیں۔ ان بزرگواروں پر ہمیشہ بغاوت اور خانہ جنگیوں کا اتہام والزام لگایا جاتا تھا حالانکہ یہ شاہی خاندان کے اولیاء اللہ دنیا کو ہمیشہ حقیر سمجھتے تھے اور مشیت ایزدی کے مطابق سر تسلیم خم کرتے ہوئے اور انسانوں کے مظالم برداشت کرتے ہوئے انھوں نے امور دینی کی تعلیم وتلقین میں اپنی عمریں صرف کر دیں جو حضرات دنیا کو حقیر سمجھتے ہوں اور جن کے مشاغل دن رات امور دینی کی تعلیم وتلقین ہوں ان سے کثرت ازدواج وکثرت طلاق ممکن الوقوع ہی نہیں۔

۶۔ ہم نے اس باب کے شروع میں بیان کیا ہے کہ کثرت ازدواج کا افسانہ اموی سیاست نے مرتب کیا ہے اس کا اس سے بڑھ کر کیا ثبوت ہوسکتا ہے کہ اس کے راوی محمد بن سیرین جیسے افراد ہیں جو مخالفین اہل بیت میں سے ہیں اور بنی امیہ کے متوسلین میں سے ہیں اور سنیے۔ محمد بن سیرین کی روایت ابوالحسن مدائنی سے منقول ہے۔ مدائنی جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں اخبار واحادیث میں ضعیف ہے اور اموی پارٹی کا فرد ہے بلکہ سمرہ بن حبیب اموی کا غلام ہے۔

۷۔ کثرۃ ازدواج کی روایتوں کو نقل کرنے والا ابوطالب مکی ہے دوسو پچاس یا تین سو عقد والی روایت کو اسی نے اپنی کتاب قوت القلوب میں نقل کیا جب ہم نے پہلی مرتبہ اس کی روایت کو پڑھا تو ہمیں یہ روایت دیوانے کی بڑ معلوم ہوئی۔ جب ہم نے اس افسانہ کی ریسرچ شروع کی تو ہمارا یہ احساس حقیقت بن گیا۔ چنانچہ ہم لکھ چکے ہیں کہ ابوطالب مکی نے جب قوت القلوب کو تالیف کیا تو وہ ہسٹریے کے مرض میں مبتلا تھا اور جنگل میں درختوں کے پتے اس کی خوراک تھے فاطر العقل تھا اس نے اپنی اس تالیف میں بے اصل باتیں لکھ دیں اور امور حرام کا مرتکب تھا۔ ایسوں کی روایت کہاں تک قابل قبول ہوسکتی ہیں۔

۸۔ امام حسن علیہ السلام دنیا میں کل چھیالیس سال اور تقریباً چھ ماہ زندہ رہے زندگی ایسی تھی جس میں کثرت ازدواج کا امکان ہی نہیں ۳ھ میں دنیا میں تشریف لائے ۱۱ھ میں سرکار رسالت کا سایہ سر سے اٹھا اور خاندان پر مصیبت کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ ماں ان مصائب کی وجہ سے چند ماہ زندہ رہ سکیں یعنی آٹھ برس کے تھے جب نانا کے سایہ رحمت اور ماں کی شفقت مادری سے محروم ہوئے نانا اور ماں کی جدائی سے جس قدر حسن علیہ السلام متاثر ہوئے ہوں گے اس کا اندازہ بیان سے باہر ہے۔ خیر یہ تو امام حسن علیہ السلام کے بچپن کا زمانہ تھا مگر جس بچہ کا بچپن ان مصائب میں بڑھ کر جوانی تک پہنچا اس میں کثرت ازدواج کی تمنائیں کہاں تک پھولتی پھلتی ہیں آپ خود اندازہ کیجیے اس زمانے میں اہل دنیا کی سرد مہری نے معلم اخلاق انسانی باپ کو انتہائی مصائب میں مبتلا رکھا۔

۳۵ھ میں ان کے والد بزرگوار سریر آرائے تخت سلطنت ہوئے مگر بنی امیہ کی بغاوت سول وار (Civil War) جنگ جمل و صفین ونہروان کی ہنگامہ آرائی کا زمانہ تھا۔ پانچ برس مہمات ملکی کے سر کرنے میں صرف ہوئے جس میں شہنشاہ دو جہاں باپ کے

ساتھ شاہزادہ ولی عہد برابر کے شریک تھے ۴۰ھ میں باپ کو شہید ہوتے دیکھا باقی کے دس سال انتہائی مصائب وآلام کے سال تھے جس میں سراپا ایمان باپ پر سب وشتم ہو رہا ہے وابستگان خاندان رسالت تلوار کے گھاٹ اتارے جا رہے ہیں ان کی زبانیں گدی سے کھنچوائی جا رہی ہیں، انھیں تختہ دار پر لٹکایا جا رہا ہے امن عالم کے لیے سلطنت کو ٹھکرایا تھا مگر پھر بھی امن نصیب نہ ہوا جس شہزادہ امن کی زندگی ان مصائب میں بسر ہوئی ہو بھلا اس کے لیے کثرت ازدواج کہاں ممکن ہے آخر بنی امیہ کی آخری سیاسی سکیم سے جام شہادت نوش کیا اور نانا کی گود میں کھیلنے والے نواسے کو نانا کے پہلو میں قبر بھی نہ مل سکی۔

۹۔ امام حسن علیہ السلام نے پچیس حج پا پیادہ کیے آپ فرمایا کرتے تھے کہ کیا ہو سکتا ہے کہ میں اپنے معبود سے ایسی حالت میں ملوں کہ اس کے گھر تک پیادہ بھی نہ جا سکا ہوں اگر آپ پا پیادہ حج کے لیے چار مہینے بھی فی حج تجویز کریں تو پچیس حج کے لیے سو مہینہ ہوئے یعنی تقریباً ساڑھے آٹھ سال صرف ان حجوں کی بجا آوری میں گزرے۔ اس پر کیسے یقین کر لیا جائے کہ ایک شخص نے ۶۴، ۷۰، ۹۰، ۲۵۰، ۳۰۰، ۷۰۰، نکاح کیے ہوں گے۔

امام حسن علیہ السلام کے متعلق یہ امر مسلمات فریقین سے ہے کہ آپ صائم الدھر یعنی اکثر روزہ رکھتے تھے۔ سال کے اکثر دن روزوں میں بسر ہوتے تھے۔

کتب فریقین میں وارد ہوا ہے کہ جب امام حسن علیہ السلام وضو فرماتے تھے تو آپ کے بدن کا جوڑ جوڑ کانپنے لگتا تھا اور چہرہ کا رنگ زرد پڑ جاتا تھا۔ جب حضرت سے اس کا سبب پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا جو شخص اپنے معبود جلیل کے سامنے کھڑا ہو اس کا یہی حال ہونا چاہیے۔

۱۰۔ امام حسن علیہ السلام کی کثرت نماز ایک ایسی حقیقت ہے جس سے شیعہ اور سنی کسی کو انکار نہیں روایات فریقین سے ثابت ہے کہ آپ قائم اللیل تھے رات کا اکثر حصہ عبادت الٰہیہ میں بسر کرتے تھے بہت الحاح وزاری سے بارگاہ احدیث میں اظہار عبدیت کرتے تھے۔

۱۱۔ اقتدار سے محروم ہونے کے بعد اہل بیت کی زندگی کا اکثر حصہ علمی مشاغل میں گزرتا تھا۔ امام حسن علیہ السلام ایسے مشاغل میں جناب امیر علیہ السلام کے شریک وسہیم تھے مختلف قوموں کی طرف سے اسلام پر جو اعتراضات آتے ان کے جوابات آپ ہی دیتے جو مشکل مسائل مسلمانوں کو پیش آتے ان کا حل آپ ہی نکالتے ان امور کو جناب امیر علیہ السلام امام حسنؑ کے سامنے رکھتے آپ امام حسن کی ذکاوت طبع علم وہبی۔ حاضر جوابی قوت فیصلہ فہم وفراست سے لطف اندوز ہوتے۔ (۱۴)

جب جناب امیر علیہ السلام نے عنان حکومت ہاتھ میں لی اور اس پر سول وار شروع ہو گیا تو مولائے کائنات کی ذمہ داریوں نے نئی صورت اختیار کی۔ ملکی انتظامات کے علاوہ مخالفین کے مدافعانہ جنگ کے فرائض انجام دینے پڑے ان شدید حالات میں امام حسن علیہ السلام جناب علی مرتضیٰ کے قوت بازو اور دست راست ناصر ومددگار تھے امام حسن علیہ السلام انتظامات جنگ کی ذمہ داری سنبھالتے تقریریں فرماتے اور مخالفین کو براہین ومبجیات سے مسکت خصم جوابات دیتے۔ (۱۵)

مولائے کائنات امام حسن علیہ السلام کی خدمات سے مطمئن وخوش تھے ان کے کمالات سے متاثر ہوتے تو ان کی پیشانی پر

بوسہ دیتے اور فرماتے میرے ماں باپ تجھ پر فدا ہوں۔(۱۶)

جناب امیرالمومنین علیہ السلام کا زمانہ سلطنت امام حسن علیہ السلام کے لیے انتہائی عدیم الفرصتی کا زمانہ تھا۔

۱۲۔ جو اکثر موٹا کپڑا پہنتا ہو جس میں جا بجا پیوند لگے ہوں ایسے شخص کے لیے صنف نازک میں کیا کشش ہو سکتی ہے، کیا اس کی کثرت ازدواج کا افسانہ کوئی تاریخی حقیقت ہو سکتا ہے؟

۱۳۔ جناب امیرالمومنین علیہ السلام جیسے نقاد جو اپنے عاملوں کے ذرا حد سے متجاوز ہونے پر ڈانٹ بتلا دیتے تھے کسی قسم کی جائز افراط کے متحمل نہیں ہو سکتے تھے۔ امام حسن علیہ السلام کی اس درجہ افراط پر پہنچی ہوئی کثرت ازدواج کو برداشت کر سکتے تھے؟

ایک تاریخی حقیقت ہے کہ امام حسن علیہ السلام نے تین بار اپنا کل مال راہ خدا میں تقسیم کر دیا اور دو دفعہ اپنا آدھا مال فی سبیل اللہ بخش دیا امام حسن علیہ السلام اکثر جو کچھ ان کے پاس ہوتا تھا مستحق اور نادار مسکینوں کو دے دیا کرتے تھے جب اس عطیہ کی بار برداری کے لیے مزدوری ادا کرنے کا سوال پیدا ہوتا تھا۔ تو اپنا چوغہ اتار کر حمال کو مزدوری میں دے دیتے تھے۔ حتیٰ کہ زمانہ سلطنت میں بھی جب تک آپ کو اطمینان نہ ہو جاتا کہ کوئی بیوہ کوئی محتاج کوئی یتیم کوئی مسکین بھوکا نہیں تب کھانا تناول فرماتے۔ ایسا بھی ہوتا تھا کہ آپ نے کھانا شروع کیا اور سائل نے آ کر سوال کر دیا آپ نے فوراً اس کھانے کو سامنے سے اٹھوا دیا اور خود فاقہ سے رہے۔ [ایسا شخص نت نئی شادی کر کے اپنی ہر دلہن کو کس طرح آسودۂ خاطر رکھ سکتا ہے۔]

۱۴۔ سب سے آخر میں یہ پوچھتا ہوں کہ صنف نازک کو ایک ایسے شخص سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے جو نکاح کرنے کے بعد فوراً طلاق دیتا ہو کیا اس زمانے کی عورتیں پاگل اور دیوانہ تھیں جو آنکھوں سے دیکھ کر طلاق کی مکھی کو نگل لیتی تھیں اور طلاق جیسے دلشکن سلوک کے بعد ایسے کثرت سے طلاق دینے والے کے لیے عورتوں کے گروہ در گروہ نکاح کے اس قدر مشتاق تھے کہ عورتوں کا تانتا بندھا رہتا تھا۔

۱۵۔ سیر الصحابہ مورخ نے شادیوں کے متعلق مبالغہ کو دبی زبان سے تسلیم کر لیا ہے:

> روایتوں میں ہے کہ حضرت حسن علیہ السلام نے کثرت کے ساتھ شادیاں کیں اور اسی کثرت کے ساتھ طلاقیں دیں طلاقوں کی کثرت کی وجہ سے لوگ آپ کو مطلاق کہنے لگے تھے۔ بعض روایات سے آپ کی ازواج کی تعداد ۹۰ تک پہنچ جاتی ہے لیکن یہ روایتیں مبالغہ آمیز ہیں۔ اس کی تردید اس سے بھی ہوتی ہے کہ آپ کی کل دس اولادیں تھی اور یہ تعداد شادیوں کی کثرت کی ۔۔۔ کی روایات مبالغہ سے خالی نہیں ہے۔
>
> امام حسن علیہ السلام کے ہاں رواج سے زیادہ شادیوں میں درجنوں اولاد ہونی چاہیے تھی۔

دور جدید کے مغربی تعلیم اداروں کے فارغ التحصیل فاضل مورخوں نے اس جملہ میں کہ ”جس طرح اس دور میں عالم عرب عمایہ زیادہ شادیاں کیا کرتے تھے آپ نے بھی کیں۔ کثرت ازدواج کو تسلیم کر لیا ہے اس کی چند وجہیں ہیں۔

۱۔ امام حسن علیہ السلام کے عدم عرفان کی وجہ سے انھوں نے امام حسن علیہ السلام کے بلند روحانی مقام کو اس طرح پیش نظر نہیں رکھا انھیں بھی عمایہ عرب میں شمار کیا اور ان کے سیاسی حالات ان کے مصائب دینی مشاغل ان کی عبادات، ان کے خیرات و مبرات کو نظر انداز کر کے انھیں عمایہ عرب پر قیاس کیا حالانکہ اہل اللہ را قیاس از خود مگیر: گرچہ باشد در نوشتن شیر شیر [ترجمہ] خدا پرستوں کو



اپنے نفس پر قیاس مت کر اگرچہ لکھنے میں شیر اور شیر (شیر اور دودھ) ایک ہیں۔

۲۔ انھوں نے یہ تو تسلیم کرلیا کہ اموی اور عباسی حکمرانوں نے کثرت ازدواج کا امام حسن کے خلاف پروپا گنڈا کیا اور اس پروپے گنڈے کی وجوہات کو بھی وضاحت سے بیان کیا، مگر اس تاریخی پروپا گنڈے کی انتہا کو نہیں پہنچے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انھوں نے بعض تاریخی روایات کو پڑھا اور بنوامیہ کی سیاسی پالیسی تاریخ سازی کی مہم، ناحق کو حق بنانے کی کوشش ان روایات لکھنے والوں کے بنوامیہ سے روابط اور ان روایات کے راویوں کی علم رجال میں حیثیت کو قطعاً نظر انداز کردیا لیکن آخر اللہ کی قوت قاہرہ نے حق ان کے قلم پر ان الفاظ میں جاری کیا امام حسن علیہ السلام کی مفروضہ کمزوریوں کی اشاعت سیاسی اعتبار سے ضروری تھی۔

سرکار رسالت محمد مصطفیٰ یا ان کی آل طیبہ کے خلاف جو مورچہ معاندین اسلام نے لگایا ہے اس مورچہ کا ہتھیار بنوامیہ کی مہم حدیث سازی اور غلط تاریخ نویسی ہی ہے۔ اس لیے قیامت کے دن اس کے ذمہ داریاں یا ان روایات کو لکھوانے والے بنوامیہ اور یا لکھنے والے بنوامیہ کے زیر اثر محدثین و مورخین پر عائد ہوتی ہیں۔

ان افسانہ نگاروں نے یہ نہ لکھا کہ کونسا نکاح کس زمانے میں کس سال اور کس مہینے میں ہوا اور یہ مرحومہ زوجہ کتنا عرصہ عقد امام میں رہی اور کب اسے طلاق ہوئی اگر وہ اس افسانے کو ان تفاصیل کے ساتھ لکھتے تو اس افسانے کے بے بنیاد ہونے پر ہم اس سے بھی زیادہ لکھ سکتے مگر تفصیل سے اجتناب ہی اس کثرت ازدواج کی افسانوی حیثیت کا بین ثبوت ہے۔ اس افسانہ نگاری میں انھوں نے نہایت ہوشیاری سے کام لیا اگر وہ اپنے پروپا گنڈے میں خلاف شریعت امور کو امام علیہ السلام کی طرف منسوب کرتے تو امام حسن علیہ السلام کے شدید ترین دشمن بھی اسے تسلیم نہ کرتے مگر انھوں نے نکاح اور طلاق کے جواز کے پردے میں امام علیہ السلام کی لوگوں کی نظروں میں قدر و قیمت، وقعت و اہمیت کو گھٹانے کی کوشش کی ہے۔

اگر اس افسانہ میں کوئی حقیقت ہوتی تو امام حسن علیہ السلام کے اشد مخالفین۔ معاویہ عمرو العاص وغیرہ ان مکالمات میں جو امام حسن علیہ السلام سے ہوئی بالمشافہ اس کمزوری کا ذکر کرتے یا ان رسل و رسائل اور خط و کتابت میں جو امام علیہ السلام اور ان کے مخالفین کے درمیان ہوئی امام حسن علیہ السلام کے کثرت ازدواج کے متعلق اشارے یا تعریضیں ہوتیں۔ اس خط و کتابت میں اکثر ازدواج کے متعلق معمولی سے اشارے کا بھی نہ ہونا اس بات کی قوی دلیل ہے کہ یہ افسانہ امام حسن علیہ السلام کی زندگی میں نہیں گھڑا گیا بلکہ بعد شہادت امام حسن علیہ السلام وضع کیا گیا ہے۔

مسلمانو! خدا کے لیے میں آپ کو محمد مصطفیٰ کا واسطہ دے کر جن کے آپ کلمہ گو ہیں اور آل محمد کی ننگ و ناموس کا واسطہ دے کر جن پر آپ بلا امتیاز فرقہ نماز پنجگانہ میں درود بھیجتے ہیں عرض کرتا ہوں کہ نفسیات و جنسیات کے پیش نظر فیصلہ کیجیے کہ صنف نازک کو ایک ایسے شخص کے ساتھ رابطہ زوجیت پیدا کرنے میں کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔

۱۔ جس کی ساری عمر سیاسی مصائب میں بسر ہوئی ہو اور جسے آلام و مصائب نے اطمینان کا سانس لینے نہ دیا ہو۔

۲۔ جو حج بیت اللہ کے لیے گھر بار چھوڑ کر ہمیشہ کمر بستہ رہے۔

۳۔ جو سال کا اکثر حصہ روزہ رکھتا ہو جب کہ شریعت کا حکم ہے کہ جس شخص کو نکاح میسر نہ ہو وہ مظلہ سے بچنے اور اپنی خواہشات نفسانی میں کمی پیدا کرنے کے لیے روزے رکھے۔

۴۔ جو رات کا اکثر حصہ دربار احدیث میں خضوع و خشوع میں گزار دے اور اس طرح نفسیاتی لذات پر روحانی خطائظ کو ترجیح دے۔

۵۔ جو بشیر تعلیم علم و حکمت اور ترویج شریعت طاہرہ میں اکثر معروف و منہمک رہے۔

۶۔ جس کی زندگی کے متواتر چھ سال خانہ جنگی (Civil War) میں بسر ہوئے ہوں۔

۷۔ جس کی اکثر خوراک جو کی روٹی اور نمک ہو۔

۸۔ جس کا لباس اکثر موٹا ہو اور اس میں پیوند لگے ہوئے ہوں۔

۹۔ جو عالم انسانیت کی ضروریات زندگی کو اپنی ضروریات پر ترجیح دے اور جس کے گھر میں تعیشات کی کوئی گنجائش نہ ہو۔

۱۰۔ جو اتنا غم زدہ ہو کہ اس کی زندگی میں اس کے محسن اسلام باپ پر سب و شتم کرنا مسلمانوں کا مذہبی فریضہ بن جائے۔ ان کے خاندان کے اعوان و انصار کی صرف اس جرم میں کہ خاندان رسالت سے وابستہ ہیں توہین بھی کی جائے اور انھیں موت کے حوالے کیا جائے، جس کی اپنی زندگی اور اس کے محبوب رسالت بھائی حسینؑ کی زندگی ہر وقت خطرہ میں ہو۔ تلک عشرہ کاملہ۔

امام حسن علیہ السلام کی چھیالیس سال یا چھیالیس سال چھ ماہ کی زندگی کا تجزیہ کیجیے۔

امام حسن علیہ السلام کا بچپن.................................۱۴ سال

پا پیادہ حج...۸ سال چھ ماہ

جناب امیر کے زمانے کی بغاوتیں اور خانہ جنگی..........۶ سال

گوشہ نشینی اور تاریک دل شکن زمانہ.......................۱۰ سال

میزان..۳۸ سال چھ مہینے

باقی ۸ سال جس میں صائم الدھر بھی ہیں قائم اللیل بھی ہیں، اس میں ترویج شریعت بیضا بھی ہے اور نشر و اشاعت علم و حکمت بھی تمدنی اور معاشرتی فرائض بھی ہیں اور کسب معاش بھی، یا در فتگان بھی ایک ایسے مقدس انسان پر کثرت ازدواج و طلاق کا افسانہ کیا تاریخی حقیقت ہو سکتا ہے؟ اس قسم کا پروپاگنڈا امام مظلوم و مسموم پر صریحاً بے انتہا ظلم ہے آج ان پروپاگنڈا کرنے والوں کی سلطنت کا خاتمہ ہو چکا ہے جزیرہ عرب نے ان مستبد بادشاہوں کی ہڈیوں کو بھی اس قابل نہ سمجھا کہ اپنے مقدس دامن میں لیے رہے، آج تحقیقات کا زمانہ ہے ان لوگوں کی باتوں میں نہ آیئے جو ریسرچ کے پردہ میں حقائق کے چراغ کو اپنی پھونکوں سے بجھانا چاہتے ہیں اس لیے ان معصوم انسانوں کی زندگیوں کو تحقیقات کی روشنی میں مطالعہ کیجیے اسی میں آپ کی فلاح و بہبود ہے اور اسی سے آپ کی دنیا بھی سنور سکتی ہے اور آخرت بھی۔

بنی امیہ کے حکمران یہ جانتے تھے کہ ان حضرات کی زندگیاں الفاظ قرآن کی عملی تفسیر ہیں ان کی عصمت وطہارت کسی خلاف شریعت امر کو قبول نہیں کر سکتی انھوں نے ان کے وقار کو گھٹانے اور ان کی عظمت کو کم کرنے ان کے جلال کی تنقیص کرنے کا یہی طریقہ ایجاد کیا کہ شریعت کی حدود میں کثرت ازدواج و کثرت طلاق کے الزامات



اختیار کریں مگر۔

پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

(تاریخ حسن مجتبیٰ، تلخیص از ص ۲۹۱ تا ۳۳۰، امامیہ پبلی کیشنز لاہور)

حوالہ جات

۱۔ ابوالشہدا، ص ۲۹

۲۔ السمط الثمین فی مناقب امہات المومنین، ص ۱۹۴، مطبوعہ حلب

۳۔ علامہ شیرازی شافعی

۴۔ اتحاف شافعی، ص ۳۴

۵۔ اسعاف الراغبین

۶۔ قوت القلوب، مناقب مازندرانی، جلد ۴، ص ۵۸

۷۔ البداعیہ والنھایہ ۱۱ / ۱۳۱۹ المنتظم ۷ / ۱۹۰ لسان المیزان ۵ نمبر ۳۰۰

۸۔ تفسیر ثعلبی، حلیۃ الاولیا، جلد ۲، ص ۳۸

۹۔ مناقب مازندرانی۔ جلد ۴، ص ۲۲۔

۱۰۔ میزان الاعتدال ۲ / ۲۳۶ لسان المیزان ۷ / ۲۵۲

۱۱۔ معجم الادباء ۱۳ / ۱۲۴

۱۲۔ مسلم، ج ۱، ص ۱۵۴

۱۳۔ سیر الصحابہ ۵۱

۱۴۔ حلیۃ الاولیاء ۲۶ / ۲۔

۱۵۔ بخاری، طبری، شرح، نہج البلاغہ ابوالحدید ۲۹۰ / ۳، مطبوعہ مصر

۱۶۔ مناقب مازندرانی ۴۹ / ۴

امام حسن علیہ السلام

مولانا وزیر کاظمی

ولادت امام حسن علیہ السلام کی مناسبت سے ایک خصوصی تحریر

مختصر تعارف:

اسمِ گرامی: حسن علیہ السلام

والد گرامی: علی امیر المومنین علیہ السلام

والدہ: فاطمہ الزہراء (سلام اللہ علیہا)

نانا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آپ علیہ السلام کے دادا ابوطالبؑ بن عبد المطلبؑ

نانی: خدیجہؑ الکبریٰ (سلام اللہ علیہا) بنت خویلد

دادی: فاطمہ (سلام اللہ علیہا) بنت اسد بن ہاشم

ولادت: آپؑ مدینے میں شب پندرہ ماہ رمضان سن ۳ ہجری کو پیدا ہوئے۔

آپؑ کو رسول اللہؐ کی خدمت میں لایا گیا تو آپؐ نے فرمایا:

اللھم اعیذبک وولدہ من الشیطن الرجیم

خدایا میں اسے اور اس کی اولاد کو شیطان رجیم سے تیری پناہ میں دیتا ہوں۔

ان کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی۔ ان کا حسن نام رکھا اور ایک مینڈھے سے ان کا عقیقہ کیا۔ امیر المومنینؑ کی زندگی میں ہمیشہ آپؑ کے ساتھ رہے۔ جمل، صفین اور نہروان تینوں جنگوں میں شرکت کی۔

کنیت: ابو محمد تھی یہ کنیت رسول اللہؐ نے تجویز فرمائی تھی۔

القاب: تقی، زکی، سبط تھے۔

انگوٹھی کا نقش: العزۃ للہ وحدہ تھا۔

معروف ازواج: خولہ بنت منظور فزاریہ۔ ام اسحٰق بنت طلحہ بن عبید اللہ تمیمی۔ ام بشیر بنت ابی مسعود انصاری۔ جعدہ بنت اشعث، ہند بنت عبد الرحمن بن ابوبکر۔ آپؑ کے بیٹے: زید، حسن، عمر، قاسم، عبداللہ، عبد الرحمن، الحسن، طلحہ۔ آپؑ کی بیٹیاں، ام الحسن، ام الحسین، فاطمہ، ام عبداللہ فاطمہ، ام سلمہ، رقیہ۔

بیعت: اکیس ماہ رمضان ۴۰ ہجری میں آپؑ کے دست مبارک پر بیعت خلافت کی گئی۔ آپؑ کا دربان، سفینہ رسول اللہ کا غلام تھا۔ آپؑ کا کاتب، عبد اللہ بن ابی رافع تھا۔

شہادت: ۷ صفر ۵۰ھ بمقام مدینہ منورہ۔

قبر مطہر: امام حسینؑ نے آپؑ کو جنت البقیع میں آپؑ کی وصیت کے مطابق اپنی دادی فاطمہ بنت اسد کے ساتھ دفن کیا۔ آپؑ کی مدت امامت دس سال۔

انہدام قبر: آٹھ شوال ۱۳۴۴ھ میں آل سعود نے آپؑ کی قبر اور بقیع میں مدفون دیگر آئمہ اور بزرگوں کی قبور کو مسمار کر دیا۔

امام حسنؑ قرآن کریم کی نظر میں:

اہل بیت علیہم السلام، اصحاب کساء، پنجتن پاک کی شان میں متعدد آیات وارد ہوئیں ہیں۔ ایسا کیوں نہ ہو جب کہ رسولؐ اللہ نے انھیں قرین قرآن اور اس کا عدیل و مثیل قرار دیا ہے۔ رسول پاکؐ نے فرمایا:

انی تارکم فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی اھل بیتی ما ان تمسکتم بھما لن تضلوا بعدی ابدا۔

میں تم میں دو وزنی چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، اللہ کی کتاب اور اپنی عترت جو میرے اہل بیت ہیں۔ جب تک ان دونوں سے متمسک رہو گے میرے بعد ہرگز گمراہ نہیں ہو گے۔

درج ذیل آیات امام حسنؑ کی شان میں وارد ہوئی ہیں۔

۱۔ فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ (آل عمران: ۶۱)

ترجمہ: آپ کے پاس علم آجانے کے بعد جو شخص اس بارے میں آپ سے بحث کرے تو فرما دیجیے کہ ہم اپنے بیٹوں کو لاتے ہیں تم اپنے بیٹوں کو لاؤ، ہم اپنی عورتوں کو لاتے ہیں، تم اپنی عورتوں کو لاؤ اور ہم اپنے نفسوں کو لاتے ہیں، تم اپنے نفسوں کو لاؤ، پھر ہم مباہلہ کریں اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت قرار دیں۔

مسلم و ترمذی نے روایت کی ہے کہ معاویہ نے سعد بن وقاص سے کہا کہ تجھے ابو تراب پر سب کرنے سے کون سی چیز مانع ہے۔ سعد نے کہا جب تک مجھے رسولؐ اللہ کی فرمائی ہوئی تین باتیں یاد ہیں میں ہرگز سب نہیں کروں گا۔ اگر ان میں سے ایک بھی میرے لیے ہوتی تو وہ مجھے سرخ اونٹوں سے زیادہ محبوب ہوتی۔ پھر اس نے دو کو شمار کرنے کے بعد کہا کہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی:

فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ

تو رسول اللہؐ نے علی فاطمہؑ، حسن اور حسینؑ کو بلایا اور فرمایا خدایا یہ میرے اہل بیتؑ ہیں۔

شیخ سلیمان نے اس آیت کو ذکر کرنے کے بعد کہا ہے پس نبی کریم علیؑ و حسنؑ و حسین اور فاطمہ کو باہر لے کر گئے۔ انفسنا کے قول میں نفس سے علی کو مراد لیا۔ مجملہ ان چیزوں کے جو اس امر پر دلالت کرتی ہیں۔

۲۔ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا (احزاب: ۳۳)

پس اللہ کا یہ ارادہ ہے اے اہل بیت ہر قسم کے رجس کو تم سے دور رکھے اور تمہیں پاک رکھے جیسا کہ پاک رکھنے کا حق ہے۔

واثلہ بن اسقع کہتا ہے میں نے ایک روز دیکھا جب کہ میں ام سلمہ کے گھر میں نبی اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوا کہ امام حسنؑ تشریف لائے تو آپؐ نے ان کا بوسہ لیا اور دائیں زانو پر بٹھالیا۔ پھر حسینؑ آئے ان کا بھی منہ چوم کر بائیں زانو پر بٹھایا۔ پھر فاطمہؑ تشریف لائیں انھیں اپنے سامنے بٹھالیا۔ پھر علیؑ کو بلا کر قریب بٹھایا، پھر فرمایا: اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ لِیُذۡہِبَ عَنۡکُمُ الرِّجۡسَ اَہۡلَ الۡبَیۡتِ وَ یُطَہِّرَکُمۡ تَطۡہِیۡرًا۔

۳۔ قُلۡ لَّاۤ اَسۡـَٔلُکُمۡ عَلَیۡہِ اَجۡرًا اِلَّا الۡمَوَدَّۃَ فِی الۡقُرۡبٰی (شوریٰ: ۲۳)

ترجمہ: فرما دیجیے کہ میں اس کی اجرت قربٰی کی مودت کے سوا کچھ نہیں مانگتا۔

ابن عباس کہتے ہیں رسول اللہ سے سوال کیا گیا کہ یہ کون ہیں جن کی محبت ہم پر واجب کی گئی ہے۔ آپؐ نے تین مرتبہ فرمایا۔ علیؑ، فاطمہؑ اور ان کے دو بیٹے۔ سعید بن جبیر نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ جب یہ آیت قُلۡ لَّاۤ اَسۡـَٔلُکُمۡ عَلَیۡہِ اَجۡرًا اِلَّا الۡمَوَدَّۃَ فِی الۡقُرۡبٰی نازل ہوئی تو لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ کون ہیں جن کی مودت ہم پر واجب کی گئی ہے تو آپؐ نے فرمایا علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ اور حسینؑ۔

امام حسنؑ احادیث رسولؐ کی روشنی میں:

کتب صحاح اور مسانید حدیث، ان احادیث نبوی سے بھری پڑی ہیں جو اہل بیت علیہم السلام کی شان میں وارد ہوئی ہیں۔ بہت سے علماء نے ان میں سے بعض احادیث اپنی مخصوص تصانیف میں جمع کی ہیں اور ان کے علاوہ بعض نے انھی تصانیف میں مستقل فصول علیحدہ رکھی ہیں۔

۱۔ امام احمد بن حنبل نے اپنی سند کے ساتھ ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ تشریف لائے اور فاطمہؑ کے صحن خانہ میں بیٹھ گئے پس حسنؑ تیزی سے آئے، آنحضرتؐ نے انھیں گلے لگالیا اور ان کے بوسے لیے اور فرمایا خدایا میں اس سے محبت کرتا ہوں اور ہر اس شخص سے محبت کرتا ہوں جو اس سے محبت کرے۔

۲۔ بخاری میں حضرت ابوبکرؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسولؐ اللہ کو منبر پر دیکھا۔ حسنؑ بن علی ان کے ساتھ تھے۔ آپؐ کبھی لوگوں کی طرف اور کبھی حسن کی طرف رخ کرتے اور فرماتے یقیناً میرا یہ بیٹا سید و سردار ہے اور شاید خدا اس کے ذریعہ مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کرائے گا۔

۳۔ آنحضرتؐ نے فرمایا حسنؑ اسباط میں سے ایک سبط ہے۔

۴۔ شیخین (مسلم و بخاری) نے براء سے روایت کی ہے۔ وہ کہتا ہے میں نے رسولؐ اللہ کو اس حالت میں دیکھا کہ حسنؑ آپ کے کندھے پر تھے اور آنحضرتؐ فرما رہے تھے خدایا میں اسے دوست رکھتا ہوں تو بھی اسے دوست رکھ۔ آپؐ نے فرمایا:

ابنای ھذان امامان قاما او قعداً

امامت پر نصوص:

رسول اکرمؐ کے نصوص کے علاوہ آئمہ نے بھی بعض دوسرے آئمہ پر نص کی ہے۔ یہاں امام حسنؑ پر امام امیر المومنینؑ کے چند نصوص

پیش کرتے ہیں۔

۱۔ سلیم بن قیس سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں میں نے امیرالمومنین علیؑ کو دیکھا جب آپ اپنے بیٹے کو وصیت فرمارہے تھے۔ انھوں نے اپنی وصیت پر امام حسینؑ، اپنی تمام اولاد و روسا شیعہ اور اپنے اہل بیت کو گواہ بنایا۔ پھر امام حسنؑ کو کتب اور ہتھیار دیے اور فرمایا: بیٹا مجھے رسولؐ اللہ نے حکم دیا تھا کہ میں تمھیں اسی طرح وصیت کروں اور اپنی کتب و ہتھیار تمھارے سپرد کروں جیسے کہ آپؐ نے مجھے وصیت کی اور اپنی کتب و ہتھیار میرے سپرد کیے اور مجھے حکم دیا کہ میں تمھیں امر کروں کہ جس وقت تمھیں موت آئے تو تم یہ چیزیں اپنے بھائی حسینؑ کے سپرد کرنا۔ پھر آپؑ اپنے بیٹے حسینؑ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا تمھیں رسول اللہؐ نے حکم دیا ہے کہ تم یہ چیزیں اپنے اس بیٹے کے سپرد کرنا۔ پھر آپؑ نے علیؑ بن الحسینؑ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا اور تمھیں رسول اللہ نے حکم دیا ہے کہ تم یہ چیزیں محمد بن علیؑ کے سپرد کرنا اور اسے میری اور رسول اللہ کی طرف سے سلام کہنا۔ ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ آپؑ نے اپنی موت کے وقت عہد خلافت حسنؑ کے سپرد فرمایا۔

عبادت کا ایک کرشمہ:

جس وقت آئمہؑ اہل بیت علیہم السلام کا ذکر ہو تو ذہن مسلسل عبادت، کرم و احسان، مثالی سیرت، اخلاق فاضلہ اور صفات کریمہ کی طرف مبادرت و سبقت کرتا ہے۔ پس وہ ذوات مقدسہ مجموعہ فضائل اور منتہائے مکارم ہیں۔ ان کے جد امجد رسولؐ اللہ نے اپنی صفات و اخلاق کا انھیں وارث بنایا۔ اپنی عادات و اطوار کے تحفے بخشے۔ ان ہی اسباب سے وہ افضل خلائق اور اکرم و اشرف کائنات قرار پائے۔ اس فصل میں ہم امام ابو محمد حسن کی عبادت کا ذکر کریں گے۔

۱۔ آپؑ نے پچیس حج پا پیادہ کیے جب کے سواری کی اونٹنیاں آپؑ کے ساتھ ہوتی تھیں۔

۲۔ جب آپ وضو کرتے تو آپ کے بدن کا جوڑ جوڑ ہلنے لگتا، رنگ زرد ہو جاتا۔ اس بارے میں آپ سے استفسار کیا گیا تو فرمایا جو شخص رب العرش کی بارگاہ میں حاضر ہو تو ضروری ہے کہ اس کا رنگ زرد ہو جائے اور اس کے اعضاء اور جوڑ کانپنے لگیں۔ مسجد کے دروازے پر پہنچتے تو سر اٹھا کر عرض کرتے۔

الٰھی ضیفک ببابک یا محسن قد اتاک المسیئ فتجاوز عن قبیح ما عندی بجمیل ما عندک یا کریم۔

اے معبود تیرا مہمان تیرے دروازہ پر کھڑا ہے۔ اے محسن خطاء کار تیرے پاس آیا ہے۔ پس اے کریم میرے قبیح سے اپنے جمیل کے صدقہ درگزر فرما۔

۳۔ جس وقت بھی دیکھا آپ کی زبان ذکر خدا میں مشغول تھی۔

۴۔ آپؑ جب موت یا قبر کا ذکر کرتے تو گریہ فرماتے۔ قبر سے اٹھنے اور حشر و نشر کو یاد فرماتے تو رونے لگتے اور جب پل صراط سے گزرنے کا ذکر فرماتے تو بے اختیار رو دیتے اور جب بارگاہ احدیت میں پیش ہونے کا ذکر کرتے تو ایک چیخ آپؑ کے دہن مبارک سے نکلتی اور آپؑ پر غشی طاری ہو جاتی۔ نماز کے لیے رب عزوجل کی بارگاہ میں کھڑے ہوتے تو آپ کے کندھے کانپنے لگتے۔ جنت و

جہنم کا ذکر کرتے تو سانپ کے ڈسے ہوئے شخص کی طرح ہو جاتے اور اللہ سے جنت کا سوال کرتے اور جہنم سے پناہ مانگتے۔جب قرآن پاک سے یا ایھا الذین امنوا کی تلاوت فرماتے تو بلا فصل فرماتے۔ لبیک اللھم لبیک اے معبود میں حاضر ہوں میں حاضر ہوں میں حاضر ہوں اور ہر حال میں اللہ سبحانہ کا ذکر فرماتے رہتے۔

سیرت کا گوشہ:

آپؑ کی سیرت اپنے نانا اور اپنے بابا کی سیرت تھی، خطا کار سے چشم پوشی کرنا، قدرت رکھتے ہوئے معاف کر دینا، تواضع کرنا اور دیگر اسی قسم کی قابل تعریف خوبیاں اور صفات کریمہ تھیں۔

۱۔ آپؑ نے فرمایا کہ دنیائے عرب کے سر اور دماغ میرے ہاتھ میں تھے۔وہ صلح کرتے جس سے میں صلح کرتا اور جنگ کرتے جس سے میں جنگ کرتا، مگر میں نے خدا کی رضا کے حصول اور مسلمانوں کے خون کی حفاظت کے پیش نظر اس حکومت کو ترک کر دیا۔

۲۔ مبرد اور ابن عائشہ نے روایت کی ہے کہ ایک شامی نے آپ کو سواری کی حالت میں دیکھا تو سب وشتم اور لعن وطعن کرنے لگا۔آپ نے کوئی جواب نہ دیا جب وہ شخص سب کہہ چکا تو آپ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور مسکرا کر فرمایا۔اے شیخ! میں گمان کرتا ہوں کہ تو مسافر ہے اور شاید تجھے اشتباہ ہوا ہے۔اگر تو رضایت چاہے تو ہم تجھ سے راضی ہوں جائیں گے۔اگر کچھ سوال کرے تو عطا کریں گے۔ہدایت چاہے تو رہبری کریں گے، سواری چاہے تو سواری کا جانور دیں گے۔اگر محتاج ہے تو حاجت روائی کریں گے پناہ چاہے تو پناہ دیں گے۔اگر اور کوئی حاجت رکھتا ہے تو وہ بھی پوری کریں گے پس اگر تو اپنا سامان سفر ہمارے یہاں لے چلے تو اپنی روانگی تک ہمارا مہمان رہے تو تیرے لیے زیادہ مفید ہوگا کیونکہ ہمارے پاس وسیع جگہ، کشادہ جاہ جلال اور وافر مال ہے۔اس شخص نے یہ گفتگو سنی تو رو دیا اور کہا:

اشھد انک خلیفۃ اللہ فی ارضہ

میں گواہی دیتا ہوں کے آپ اللہ کے خلیفہ ہیں اس زمین پر۔خدا ہی بہتر جانتا ہے کے اپنی رسالت کہاں قرار دے۔آپ فقراء کے قریب سے گزرے جو چن کر لائے ہوئے روٹیوں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کو زمین پر بکھیرے ہوئے تھے اور کھا رہے تھے۔انھوں نے آپ کو شرکت کی دعوت دی۔آپؑ نے قبول فرمایا اور فرمایا ان اللہ لا یحب المتکبرین۔

اللہ تکبر کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔جب کھانے سے فارغ ہوئے تو آپؑ نے انھیں اپنی مہمانی کی دعوت دی۔انھیں کھانا بھی کھلایا اور لباس بھی پہنایا۔

احسان وکرم:

۱۔ آپؑ نے اپنا مال راہ خدا میں تین بار تقسیم کیا۔یہاں تک کہ پاؤں کے جوتے میں سے ایک رکھ لیتے اور دوسرا دے دیتے تھے۔دوبارا آپؑ نے اپنا مال اس طرح تقسیم کیا کہ کل کا کل مال راہ خدا میں چھوڑ کر علیحدہ ہو گئے۔

۲۔ ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔اس نے اپنی حاجت بیان کی۔آپ نے فرمایا: اس سوال سے تیرا مجھ پر عظیم حق ہے۔میری معرفت اس حق کو اور بڑھا رہی ہے۔تیری آرزو کے جس کا تو اہل ہے پورا کرنے سے میرا ہاتھ عاجز ہے۔اللہ کی راہ میں

بہت زیادہ بھی کم ہے۔ میرا ملک تیرے شکر کے لیے ناکافی ہے۔ تیرے واجب حق کے لیے مجھے جو کچھ کرنا چاہیے تھا اس سے قطع نظر جو کچھ اس وقت میسر ہے اسے قبول کرے تو میں ایسا کرنے کو تیار ہوں۔ اس نے کہا فرزند رسولؐ میں قلیل کو قبول کرتا ہوں اور جو کچھ آپ عطا فرمائیں اس کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور مزید نہ دینے کا عذر قبول کرتا ہوں۔ امام حسنؑ نے اپنے وکیل کو بلایا اور اس کے ساتھ اپنے مخارج کا حساب کیا۔ حساب مکمل کر کے بلایا۔ تین لاکھ درہم سے جو زائد ہے لے آؤ۔ وہ پچاس ہزار درہم لے آیا۔ فرمایا کے پانچ سو دینار کا کیا کیا؟ عرض کیا وہ میرے پاس ہیں۔ فرمایا وہ بھی لے آؤ۔ وکیل انھیں لے آیا تو وہ درہم و دینار آپ نے اس شخص کو دیے اور فرمایا کوئی مزدور لے آؤ جو انھیں اٹھالے جائے۔ وہ دو مزدور لے آیا۔ امامؑ نے ان کو مزدوری میں اپنی ردا عنایت فرمائی۔

آپ کے موالی غلاموں نے عرض کیا خدا کی قسم ہمارے پاس تو ایک درہم بھی نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ اللہ کے یہاں میرے لیے اجر عظیم ہوگا۔

ا۔ وصیتیں:

آنجناب نے اپنے بیٹوں اور بھتیجوں سے فرمایا اے میرے اور میرے بھائی کے بیٹو! تم آج قوم کے بچے ہو مگر کل قوم کے بڑے بن جاؤں گے۔ پس علم حاصل کرو۔ تم میں سے جو اسے بیان نہیں کر سکتا، یا د نہیں رکھتا وہ اسے لکھ لے اور بحفاظت گھر میں رکھ لے۔

۲۔ آنجنابؑ نے فرمایا: آدمؑ کے بیٹو! اللہ کے محرمات سے پاک دامن رہو۔ تو عابد ہو جاؤ گے اور جو کچھ خدا نے دیا ہے اس پر راضی رہنے سے غنی ہو جاؤ گے۔ پڑوسی سے اچھا سلوک کرنے سے حفظ و سلامتی میں رہو گے۔ تمھارے سامنے ایسے لوگ تھے جو بہت سا مال جمع کرتے۔ مضبوط عمارتیں بناتے اور دنیا سے بے شمار امیدیں وابستہ رکھتے تھے۔ ان کا جمع شدہ مال برباد ہو گیا عمل دھوکہ بن گیا اور ان کے گھر قبروں میں بدل گئے۔

اے ابن آدم! تو جس دن سے ماں کے پیٹ سے باہر آیا اپنی عمر کو کم کرنے میں لگا ہوا ہے۔ پس جو کچھ تیرے پاس پونجی ہے اس سے آگے کے لیے محفوظ کرے کیونکہ مومن اپنے مال سے زاد راہ تیار کرتا ہے اور کافر لذت حاصل کرتا ہے۔

بعض خطوط:

یہ خطوط ایک حربی صلح اور زمانہ توقف میں تاریخی اہمیت رکھنے کے باوصف اللہ اور اعلاء کلمۃ اللہ کی طرف دعوت اور اس دین کی حمایت و دفاع میں بھی بہت اہم ہیں۔

آپؑ نے امیر شام کو ایک خط لکھا ہے جسے جندب بن عبداللہ ازدی کے ہاتھ روانہ کیا۔ خط کا متن یہ ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اللہ کے بندے حسنؑ بن علیؑ امیر المومنین کی طرف سے معاویہ بن ابی سفیان کے نام۔

سلام علیک میں اللہ کی حمد و تعریف کرتا ہوں جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ اما بعد بے شک اللہ عزوجل نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث کیا۔ عالمین کے لیے رحمت اور مومنین کے لیے منت و احسان اور سبھی لوگوں کے لیے رسول بنایا۔

لینذرون کاان حیا و یحق القول علی الکافرین

تا کہ جو زندہ ہے اسے ڈرائے اور کافروں پر عذاب محقق ہو جائے۔

پس آپؐ نے اللہ کی رسالت و پیغامات پہنچائے۔ نہ اس میں کوتاہی کی نہ سستی اور امر خدا پر قائم رہ۔ یہاں تک کے اللہ نے ان کی وفات فرمائی۔ خدا نے ان کے ذریعے حق کو غلبہ دیا اور شرک کو مٹایا اور مومنین کی مدد کی۔ عرب کو عزت دی اور قریش کو شرف خصوصی بخشا۔ پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وانه لذکر لک ولقومک اور بے شک یہ قرآن تیرے اور تیری قوم کے لیے ذکر ہے۔ پس جب آپ نے وفات پائی تو عربوں نے آپ کی سلطنت میں نزاع کیا۔ قریش نے کہا ہم ان کی قوم وقبیلہ میں ان کے اولیا اور رشتہ دار ہیں۔ تمھارے لیے جائز نہیں کے لوگوں میں محمدؐ کی سلطنت اور ان کے حق میں ہم سے نزاع کرو۔ پس عربوں نے سمجھا کے بات یہی ہے جو قریش کہہ رہے تھے اور ان کی حجت و دلیل اس بارے میں ان کے خلاف قائم ہے جو قریش سے امر محمدؐ میں نزاع کر رہے ہیں پس عربوں نے قریش کی بات مان لی اور ان کے سامنے سر تسلیم خم کر لیا لیکن قریش نے ہم سے انصاف نہ کیا جس طرح عربوں نے ان سے انصاف کیا تھا۔ انھوں نے عربوں کو چھوڑ کر یہ امر انصاف واحتجاج کیا اور انصاف طلب کیا تو انھوں نے ہمیں دور دھکیل دیا اور ہمیں نیچا دکھانے اور ہم پر ظلم وسختی کرنے پر جمع ہو گئے۔ پس ہماری وعدہ گاہ اللہ ہے اور وہی ولی ونصیر ہے۔ ہم نے تعجب کیا محمدؐ کی حکومت اور اپنے حق پر اپنے خلاف کود پڑنے والوں کی جسارت پر، اگرچہ وہ اسلام قبول کرنے اور دین کی طرف سبقت کرنے کی فضیلت رکھتے تھے۔ پس ان سے نزاع کرنے سے اسی لیے رک گئے کے اس سے منافقین واحزاب، دین میں رخنہ اندازی کا کوئی بہانہ تلاش کر کے اس کی خرابی کے درپے نہ ہو جائیں اور یہ نزاع خلافت ہی اس فساد کا پیش خیمہ نہ بن جائے جو وہ برپا کرنا چاہتے ہیں۔

اے معاویہ! آج اس امر خلافت کو اچک لینے کی تیری تدبیروں پر حیرت وتعجب ہے جس کا تو اہل نہیں ہے۔ نہ دینی فضیلت کے لحاظ سے اور نہ اسلام میں کسی قابل تعریف اثر کی وجہ سے۔ تو احزاب میں سے ایک حزب کا فرد اور قریش میں سے رسول اللہ کے سب سے بڑے دشمن کا بیٹا ہے لیکن خدا تجھے ناامید کرے گا اور عنقریب تو دارد ہوگا اور جان لے گا کہ عاقبت کا گھر کس کے لیے ہے۔ خدا کی قسم تو عنقریب اپنے پروردگار کی بارگاہ میں حاضر ہوگا اور پھر یہ تجھے اس کی سزا دے گا جو کچھ تیرے ہاتھوں نے آگے بھیجا ہے۔ خدا اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا یقیناً حضرت علی علیہ السلام جب اپنی راہ پر روانہ ہو گئے خدا کی رحمت ہو ان پر جس دن وہ زندہ مبعوث ہوں گے۔ ان کے بعد مسلمانوں نے مجھے اپنا ولی امر انتخاب کیا۔ پس میں خدا سے سوال کرتا ہوں کے فانی دنیا میں ہمارے لیے کوئی ایسی زیادتی نہ کرے، جس سے آخرت میں اس کی کرامت میں ہمارا حصہ کم ہو جائے۔ اس امر خلافت کا جو عذر میرے اور خدا تعالیٰ کے درمیان ہے اس نے مجھے تیری طرف لکھنے پر آمادہ کیا ہے۔ اگر تو اس امر (میری خلافت) کو تسلیم کرے تو تیرے لیے بہت بڑا اجر وحصہ ہے اور مسلمانوں کے لیے اصلاح و دوستی ہے پس باطل میں طول دینے کو چھوڑ دے اور میری بیعت میں داخل ہو جا جس میں باقی لوگ داخل ہو چکے ہیں کیونکہ تو جانتا ہے کہ اللہ اور اللہ کی طرف رجوع کرنے والے اور اس کے حکم کی حفاظت کرنے والے اور قلب مہذب رکھنے والے مالک وآقا سمجھنے والے کے نزدیک تیری نسبت میں اس امر خلافت کا زیادہ حق دار ہوں۔ پس اللہ سے ڈر۔ بغاوت کو چھوڑ اور مسلمانوں کے خون کو محفوظ رہنے دے۔ خدا کی قسم! تیرے لیے اس میں خیر وبھلائی نہیں ہے کے تو اس خون کے علاوہ جواب تک بہا چکا ہے مزید خون ناحق کا بوجھ اپنی گردن پر لیے ہوئے اللہ کی بارگاہ میں حاضر کیا جائے۔ پس اطاعت و

سلامتی میں داخل ہوجا اور امر خلافت میں ان کے اہل کے ساتھ جو تجھ سے زیادہ حق دار ہے نزاع نہ کرتا کہ خدا شعلہ کو بجھا دے اور کلمہ کو مجتمع کردے اور مسلمانوں کے درمیان صلح ہوجائے اور اگر تو نے اپنی گمراہی کو طول دیتے ہوئے انکار کیا تو میں مسلمانوں کو ساتھ لے کر تجھ سے فیصلہ کن جنگ کروں گا یہاں تک کہ خدا ہمارے درمیان فیصلہ کرے اور وہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔

آپؑ کے مختصر مگر جامع فرامین:

مسلمانوں کو اللہ کی طرف متوجہ کرنے، اس کی طرف راغب کرنے اور اس کی اطاعت پر آمادہ کرنے میں آئمہ اہل بیت علیہم السلام کی زندگی مزین و آراستہ ہے اور وہ اس راہ میں مختلف ذرائع سے وسیلہ ہیں۔ ان کے خطبات، وصیتوں اور خطوط سے بھی یہی افادہ ہوتا ہے اس لیے یہ مختصر کلمات ہمارے اجتماعی امراض کا علاج حق و فضیلت کی طرف دعوت اور ہدایت و معرفت کے بیش بہا خزانے ہیں۔

۱۔ گناہ کی سزا میں جلدی نہ کر، ان کے درمیان عذر پیش کرنے کا راستہ قرار دے۔

۲۔ مزاح ہیبت و دبدبہ کو کھا جاتی ہے سنجیدگی میں زیادہ ہیبت ہوتی ہے۔

۳۔ فرصت ہاتھ سے جلدی نکل جاتی ہے اور دیر میں لوٹتی ہے۔

۴۔ نعمتیں جب تک قائم رہتی ہیں تو مجہول ہوتی ہیں اور جب پشت پھیرتی ہیں تو پہچانی جاتی ہیں۔

۵۔ انسان کی تباہی تین چیزوں میں ہے۔ تکبر و لالچ، حسد۔

(تکبر میں دین کی تباہی ہے اور اسی کی وجہ سے ابلیس ملعون قرار پایا۔ حرص نفس کی دشمن ہے۔ اس کی بناء پر آدمؑ جنت سے نکالے گئے۔ حسد برائی کا پیش خیمہ و تمہید ہے۔ اسی کی وجہ سے قابیل نے ہابیل کو قتل کیا۔)

۶۔ جس میں عقل نہیں اس میں ادب نہیں جس میں ہمت نہیں اس میں مروت بھی نہیں۔ لوگوں سے اچھے طریقہ سے معاشرت کرنا عقل کی سربلندی ہے عقل کے ذریعہ دونوں گھروں (دنیا و آخرت) کی پہچان ہوتی ہے جو عقل سے محروم ہے وہ دونوں گھروں سے محروم رہا۔

۷۔ مکارم اخلاق دس چیزوں کا مجموعہ ہے۔ زبان کی سچائی، میدان کا سچا ہونا، سائل کو دینا، حسن خلق، اچھا بدلہ دینا، صلہ رحمی کرنا، پڑوسی پر مہربانی کرنا، حق دار کا حق پہچاننا۔ مہمان کی تواضع کرنا اور حیا ان سب میں سربلند ہے۔

۸۔ جس وقت نوافل فریضہ کے لیے مضر ہوں تو انھیں چھوڑ دو۔

۹۔ تمھارے اور موعظہ کے درمیان عزت کا حجاب ہے۔

۱۰۔ علم نے طالب علموں کے عذر کو منقطع کردیا ہے۔

آپؑ کی مختصر دعائیں:

۱۔ جب آپ مسجد کے دروازے پر پہنچے، تو اپنا سر بلند کر کے یہ دعا کرتے تھے۔ **الٰھی ضیفک بابک، یا محسن قد اتاک المسی فتجاوز عن قبیح ماعندی۔ بجمیل ماعندک یا کریم،**

خدایا تیرا مہمان تیرے دروازے پر ہے۔ اے احسان کرنے والے خطا کار تیرے پاس آیا ہے۔ پس

اے کریم میرے ہیچ سے صرف نظر فرما اپنے جمیل کرم و احسان کے ذریعے۔

۲۔ آپؑ کی ایک دعا جو آپؑ نے مظلوم کو ظالم کے خلاف دعا کرنے کی تعلیم فرمائی اس کے بعد قبولیت دعا کے لیے دو رکعت نماز بھی پڑھے۔

یا شدید المحال، یا عزیز اذللت بعدتک جمیع ما خلقت۔ اکفنی شر فلان بما شئت۔

اے شدید طاقت کے مالک اے عزیز و غالب تو نے اپنی عزت و غلبہ کے ذریعہ تمام مخلوق کو ذلیل و سرنگوں کیا۔ جس طرح تو چاہے فلاں کے شر اور بدی سے میری کفایت کر۔

صلح امام حسنؑ:

امام حسنؑ کی زندگی میں باطل کے پروپیگنڈوں کی نقاب کشائی کے اعتبار سے مسئلہ تعدد ازواج اور حقائق فہمی کے اعتبار سے مسئلہ صلح بے حد اہمیت رکھتا ہے۔ تمہیدی طور پر یہ بات نظر انداز نہیں ہونی چاہیے کہ امام حسنؑ کا کردار ان دونوں مسائل میں بالکل رسول اکرمؐ کا کردار ہے۔ آپ کے بارے میں انہی دو طرح کے مسائل کو حربہ بنایا گیا ہے اور کبھی دشمن نے مسئلہ تعدد ازواج کو ہوس رانی کا نتیجہ اور کبھی بظاہر دوستوں نے مسئلہ صلح کو نبوت میں تشکیک کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ اسی طرح نانا اور نواسے کا اتحاد قہری طور پر منظر عام پر آ گیا ہے۔ صلح امام حسنؑ کے محرکات پر نظر ڈالنے کے لیے اس کے اس پس منظر کا نگاہ میں رکھنا ضروری ہوگا جو اس صلح کی پشت پر کام کر رہا ہے جس کی صورت حال یہ ہے کہ 21 رمضان 40ھ کو امیر المومنینؑ کی شہادت اور ان کے دفن و کفن کے بعد امام حسنؑ نے مسلمانوں کے مجمع سے خطاب کرتے ہوئے ایک مختصر مگر انتہائی جامع خطبہ پڑھا۔

ایہا الناس! آج کی شب اس شخص نے انتقال فرمایا ہے جس پر عمل و کردار کے اعتبار سے پہلے والے سبقت لے گئے ہیں اور نہ بعد والے وہاں تک پہونچ سکتے ہیں۔ وہ مرد میدان۔ رسول اکرمؐ کے ساتھ راہ خدا میں جہاد کرتا تھا۔ انھیں بچاتا تھا اور جب وہ پرچم دے کر اسے میدان جہاد میں بھیج دیتے ہیں تو داہنی طرف جبرئیل اور بائیں طرف میکائیل ہوتے تھے اور اس وقت تک واپس نہ آتا تھا جب تک دونوں ہاتھوں پر فتح حاصل نہ کرے۔ ان کا انتقال اس رات میں ہوا ہے جس رات عیسیٰ بن مریم کو آسمان پر اٹھایا گیا ہے اور یوشع بن نون کا انتقال ہوا ہے انھوں نے ترکہ میں نہ درہم چھوڑے ہیں اور نہ دینار۔ صرف 100 درہم عطا سے باقی رہ گئے تھے جس سے ایک خادم خریدنے کا ارادہ تھا اور وہ نہ ہو سکا۔

ایہا الناس! جو مجھے پہچانتا ہے وہ وہ پہچانتا ہے اور جو نہیں پہچانتا وہ پہچان لے کہ میں حسنؑ بن علیؑ ہوں۔ فرزند رسول اکرمؐ فرزند وصی رسولؐ، فرزند بشیر و نذیر اور اس کا فرزند ہوں جو خدا کی طرف دعوت دینے والا اور سراج منیر تھا۔ میرا شمار ان اہل بیت میں ہوتا ہے جن سے خدا نے ہر رجس کو دور رکھا ہے اور انھیں مکمل طہارت عنایت فرمائی ہے اور ان کی محبت کو اجر رسالت قرار دیا ہے۔ نیکی ہم اہل بیت کی محبت کا نام ہے۔ اب امام حسنؑ کے سامنے چند مسائل آ گئے۔ صلح کا انکار کر دیں تو اسلامی تعلیمات کی خلاف ورزی ہوگی اور صلح پر آمادہ ہو جائیں تو لشکر میں مزید ہنگامہ ہو جائے گا چنانچہ آپ نے مسئلہ کو ساتھیوں کے سامنے رکھا کہ اب بھی جہاد کے لیے آمادہ ہو تو میں اتمام حجت کے لیے جہاد کرنے پر تیار ہوں لیکن اگر تمھیں لوگ زندگی چاہتے ہو تو میں کس کے ساتھ جہاد کروں گا۔ لشکر نے مکمل طور پر البقاء البقاء کا نعرہ لگا دیا اور آپ نے دیکھ لیا کہ میرے بارے میں جد بزرگوار رسول اکرمؐ نے جس

صلح کا ذکر فرمایا ہے اس کا وقت آ گیا ہے۔ چنانچہ آپ نے صلح کی منظوری دیدی اور حسب ذیل شرائط لکھ کر بھیج دیے۔

۱۔ حکومت معاویہ کے ہاتھ میں رہے گی بشرطیکہ وہ کتاب خدا اور سنت رسولؐ پر عمل کرے۔(ابی الحدید)

۲۔ معاویہ کو کسی کو ولی عہد نامزد کرنے کا حق نہ ہوگا۔]اصابہ الامامہ والسیامۃ)

۳۔ اہل عراق کے لیے عمومی طور پر امن وامان کا حصول ہوگا۔(حیٰوۃ الحیوان)

۴۔ معاویہ اپنے کو امیر المومنین نہ کہے گا۔(تذکرہ خواص لامۃ)

۵۔ معاویہ کے پاس شہادتوں کا قیام نہ ہوگا(اعیان الشیعہ)

۶۔ سب علیؑ کا سلسلہ بند کر دیا جائے۔(شرح نہج البلاغہ)

۷۔ ہر صاحب حق کو اس کا حق دیا جائے گا۔(مناقب)

۸۔ شیعان علی کے لیے عمومی طور پر امن وامان رہے گا۔(طبری)

۹۔ اہواز کا خراج جمل وصفین کے مقتولین کی اولاد کو دیا جائے گا۔()

۱۰۔ بیت المال کوفہ امام حسنؑ کے قبضہ میں رہے گا۔(تاریخ دراسلام)

۱۱۔ معاویہ سالانہ دس لاکھ درہم ادا کرے گا۔(جوہرۃ الکلام)

۱۲۔ امام حسنؑ امام حسینؑ اور اہل بیتؑ کے خانوادہ کو کسی طرح کی اذیت نہ دی جائے۔(بحار)

حقیقت امر یہ ہے کہ باپ کے قاتل سے جنگ کرنا اور اسے قتل کر دینا بہت آسان ہے لیکن اس سے صلح کرنا اور ظاہری حکومت کا اس کے حوالہ کر دینا اس قدر سخت اور سنگین کام ہے کہ اسے امام حسن مجتبیٰؑ کے علاوہ کوئی انجام نہیں دے سکتا ہے۔ امام حسنؑ کا ایک امتیاز یہ بھی ہے کے سنت رسولؐ کا ذکر کرتے آپ نے یہ بھی واضح کر دیا کے اسلام میں سنت رسولؐ کے علاوہ کسی اور سیرت کی گنجائش نہیں ہے اور دوسری حیرت کا ادعا اسلامی مزاج کے سراسر خلاف ہے۔ اس بات کے حوالے کائنات نے زبانی اعلان کیا تھا لیکن امام حسنؑ نے حاکم شام سے تحریری اقرار لے لیا۔

آپؑ نے صلح نامہ میں ایسے شرائط لکھ دیے جن کے بارے میں معلوم تھا کے حاکم شام عمل نہیں کرے گا اور اسے پارہ پارہ کر دے گا اور اس طرح عالم اسلام کو اس کی نیت کا بھی اندازہ ہو جائے گا۔ چنانچہ جب اس نے صلح نامہ کو پارہ پارہ کر کے پیروں تلے دبا دیا اور کسی نے امام حسنؑ سے کہا کہ آپ دھوکے کھا گئے تو آپؑ نے نہایت حسین انداز میں جواب دیا کہ خدا کا شکر ہے کہ میں نے دھوکا دیا نہیں اور اس طرح حاکم شام کے دھوکے باز ہونے کا اقرار قوم سے بھی لے لیا اور حاکم شام کو بھی متوجہ کر دیا کے نام خدا اور رسول پر مشتمل صلح نامہ کا زیر قدم رکھنے والا مسلمان نہیں ہو سکتا ہے۔

آپؑ کا ایک امتیاز یہ بھی ہے کہ حاکم شام کے اس برتاؤ کے بعد بھی آپ اپنے صلح نامہ کے شرائط پر قائم رہے اور کسی وقت بھی اس کی مخالفت نہیں کی بلکہ اپنے بعد ایسا انتظام اور اس قسم کی وصیت کر کے گئے کے بنی ہاشم بھی اس صلح نامہ کی مخالفت نہ کرنے پائیں اور آل محمدؐ پر کسی آن بھی عہد شکنی کا الزام نہ آنے پائے۔

الاعیان من آل حسن علیہ السلام

سید اسد عباس

امام حسن علیہ السلام خاندان نبوت و امامت کا پہلا چشم و چراغ ہیں جو سورۃ کوثر کی عملی تفسیر بن کر اس دنیا میں تشریف لائے، آپ اہل کساء کا ایک فرد، "ابنائنا" کا وہ مصداق ہیں جو انگشت رسالت پکڑ کر میدان مباہلہ میں تشریف لائے۔ آپ کے بارے میں ختمی مرتبت نے فرمایا کہ حسن و حسین جوانان جنت کے سردار ہیں۔ قرآن کریم میں "مودۃ فی القربیٰ" کا واضح حکم آپ ہی کی شان میں نازل ہوا جبکہ رسالت مآبؐ سے آپؑ کی شان میں متعدد احادیث مروی ہیں۔

رسالت مآبؐ کے مسجد میں دیے گئے خطبات اور ارشادات کو جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کو یوں بلا کم و کاست جا کر بتاتے کہ جیسے جناب سیدہ مسجد نبویؐ میں موجود ہوں۔ امام حسن علیہ السلام نے بچپن رسول اکرمؐ کے زیر تربیت گزارا۔ رحلت ختمی مرتبت کے بعد آپ امیر المومنین علی علیہ السلام کے زیر تربیت رہے۔ ابناء الرسولؐ کے بچپن کے بارے میں وہ واقعات قلمبند ہو پائے جو رسالت مآبؐ کے محضر میں وقوع پذیر ہوئے، رحلت رسولؐ کے بعد یہ ہستیاں کس حال میں تھیں اس پر تاریخ کی خاموشی بذات خود اس خاندان کے ساتھ روا رکھے جانے والے رویے کی نشاندہی کرتی ہے۔ مسجد نبویؐ میں رسول اکرمؐ کے طویل سجدے، مدینے کی گلیوں میں رسالت مآب کے دوش ہائے اقدس پر سواری، جنت سے لباس کا آنا، رسول اکرمؐ کا منبر سے اتر کر بچوں کو اٹھانا اور گود میں بٹھانا جیسے واقعات تاریخ اسلام و سیرت کا جزو ہیں تاہم جیسے ہی رسالت مآبؐ اس دنیا سے پردہ فرما گئے تاریخ نویسوں نے ان شہزادوں اور خاندان کو فراموش کر دیا۔ رحلت رسول اکرمؐ سے لے کر جنگ صفین تک تاریخ خاموش ہے کہ امام حسن علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام کس حال میں تھے۔ امیر المومنینؑ نے خلافت کے منصب پر آنے کے بعد ابن عباس کے سوال کے جواب میں کہا کہ مجھے خوف لاحق ہوا کہ عوام کا اژدہام کہیں حسن و حسین کو کچل نہ دے، مجھ پر حجت تمام ہو گئی اس لیے میں نے اس منصب کو قبول کیا ورنہ اس کی حیثیت میری نظر میں اس پھٹی ہوئی جوتی جتنی بھی نہ تھی۔ امام حسن علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام جنگ جمل میں خواتین کے ایک لشکر کے ہمراہ امام المومنین کو مدینہ منورۃ چھوڑنے کے لیے گئے، صفین کے میدان میں فرزند امیر المومنین محمد حنفیہ نے اپنے والد سے پوچھا کہ آپ بار بار مجھے جنگ کے لیے بھیجتے ہیں حسن و حسین کو نہیں بھیجتے تو امیر کائنات نے ان شہزادوں کے مقام کو واضح کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ نبی کے فرزند ہیں اور تم میرے بیٹے ہو میں نہیں چاہتا کہ فرزندان رسول کو کوئی گزند پہنچے۔ بہر حال رحلت رسول اکرمؐ سے لے کر خود منصب خلافت یا مقام شہادت تک پہنچنے تک جنت کے سرداروں کے یہی واقعات ہیں جو تاریخ اسلام کا اثاثہ ہیں۔

سیرت امام حسن علیہ السلام ہمارا موضوع نہیں تبرکاً ہم نے اس جانب اشارہ کیا۔ 21 رمضان المبارک کو مسجد کوفہ میں بحالت سجدہ شہادت امیر المومنین کے بعد مسلمانوں نے امام حسن علیہ السلام کو اپنا سردار مقرر کیا۔ ریاست اسلامیہ کا انصرام واہتمام آپ کے کندھوں پر آیا۔ امام حسن علیہ السلام نے اپنے والد کے کاموں کو آگے بڑھایا تاہم انصار کی بے وفائی اور یاراں کی کمیابی کے سبب آپ صلح پر مجبور ہوئے۔ چند شرائط جو نہایت اہم ہیں کے ساتھ امام حسن علیہ السلام نے امیر شام سے صلح کی جو خود امیر المومنین اور امام حسن علیہ السلام کے موقف کی فتح تھی۔ اگرچہ اس وقت ایسا محسوس ہوا کہ امیر شام پوری ریاست اسلامیہ کا حاکم بن گیا ہے تاہم شرائط صلح اور ان کی خلاف ورزی کے تناظر میں یہ بات تا قیام قیامت ثابت ہوگئی کہ امیر شام اس منصب کے اہل نہ تھا۔ اس کی یزید کی ولی عہدی کے لیے کوشش وکاوش صلح امام حسنؑ کی سراسر خلاف ورزی تھی اور ایک مسلمان امیر کی یہ پیمان شکنی اور وعدہ خلافی تا قیام قیامت تاریخ کا حصہ بن گئی۔ اب کوئی خواہ کسی کی سرداری کا قائل ہو مگر تاریخی طور پر ثابت ہے کہ وعدہ وفا نہ ہوا۔ امام حسن علیہ السلام کو انہی کی ایک زوجہ کے ذریعے زہر دلوایا گیا اور یوں جنت کا پہلا سردار اپنی سرداری کے منصب پر فائز ہوا۔

امام حسن علیہ السلام بچپن سے راوی حدیث تھے، پہلے آپ فقط اپنی ماں کو احادیث پیغمبر سنایا کرتے تھے اور پھر یہ سلسلہ عامۃ المسلمین تک پھیلا، دین کی ترویج واشاعت اور نفاذ کے لیے آپ کی کوششیں اور استحکام ریاست اسلامیہ کے لیے آپ کی کاوشوں کا ایک عالم گرویدہ ہے۔ آپ علم نبویؐ کے وارث وامین تھے، شجاعت حیدری آپ کا اثاثہ تھی اور جود وسخا آپ کو اپنے خاندان سے ورثہ میں ملا تھا۔ اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے سے نہ کتراتے، متعدد پیدل حج انجام دیئے۔ آپ کے ارشادات، اقوال، خطبات اور خطوط تاریخ کا حصہ ہیں۔

نیک اولاد ایک صدقہ جاریہ ہے، اولاد کی نیکیاں والدین کے درجات کی بلندی کا باعث ہیں۔ امام حسن علیہ السلام نے بھی رسالت مآب اور امیر المومنین کی مانند نیک اولاد چھوڑی جو آج تک انسانوں کے لیے فیض وکمال کا منبع ہیں۔ امام حسن علیہ السلام کے فرزندوں کا شجر ثمر بار دنیا بھر میں پھیلا ہوا ہے اور اس کے ثمرات سے دنیا فیوض وبرکات سمیٹ رہی ہے۔ انساب کی اصلاحات میں ان فرزندوں کو اعقاب کے عنوان سے جانا جاتا ہے۔ یہی ہمارا موضوع ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اعقاب امام حسن علیہ السلام پر اگر تفصیلاً لکھا جائے تو شاید کئی ایک جلدوں پر مشتمل کتاب مرتب ہو جائے، انساب کے ماہرین نے اس عنوان سے اپنے اپنے ادوار میں کام کیا ہے اور یہ سلسلہ آج تک جاری وساری ہے۔ انساب سادات پر تحریر کی جانے والی کتب اعقاب امام حسن علیہ السلام کے حالات سے پر ہیں۔ امہات الکتب میں اس نسل کے اسماء کو تحریر کر کے نسابہ نے تاریخ سادات کو محفوظ کرنے کی کوشش کی ہے جو رب کائنات کا ایک خصوصی انتظام ہے تا کہ ان کے تذکرے کو مٹانا ممکن نہ ہو۔ ہم جانتے ہیں کہ تاریخ ہمیشہ ملوک کے گرد گھومتی رہی ہے لیکن انساب ایک ایسا شعبہ علم ہے جس کا محور ومرکز نسل ہے اس میں کسی تعصب کی گنجائش نہیں۔ اگرچہ نسابہ میں بھی بعض حضرات نے تعصب سے کام لیا تاہم اکثریت نے نسل کا تذکرہ من وعن ہی کیا ہے۔ کتب تاریخ میں کسی بھی شخصیت کے حوالے سے پایا جانے والا اختلاف شاید اسی تعصب یا عقیدت کا نتیجہ ہے جس کی انساب میں گنجائش بہت کم ہے۔

نسابہ کو اس سے غرض نہیں کہ جد کا دین کیا تھا اور اولاد کس دین پر ہے، اسے اس سے بھی غرض نہیں کہ دادا کا سیاسی نظریہ کیا تھا

اور پوتا کس شعبے سے متعلق ہے، اس کا کام فقط ریکارڈ کو مرتب کرنا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ نسابہ اس ریکارڈ کو مرتب کرنے کی کس قدر صلاحیت رکھتا ہے۔ الحمد اللہ انساب کا علم اس حد تک ترقی کر چکا ہے کہ اس کے باقاعدہ اصول وقواعد موجود ہیں اور ان اصولوں سے متصادم کوئی بھی ریکارڈ آج بھی انساب کے ماہرین کے نزدیک قابل وثوق نہیں ہوتا۔ انساب کی کتب میں نسلوں کے تذکرے کے ساتھ ساتھ ان سے متعلق احوال کا بھی ضروری تذکرہ کیا جاتا ہے جو کم از کم نسل کوثر کے درست تعارف کے تناظر میں بہت اہم ہے۔ اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ بعد کے مورخین نے انہی کتب انساب کو بطور حوالہ پیش کیا ہے۔

تحریر انساب کا علم عربوں میں قدیم تھا جو کسی بھی حالت میں تعطل کا شکار نہیں ہوا۔ انساب پر تحریر کی گئی بہت سی اہم کتابیں جن کا تعلق دوسری صدی ہجری سے لے کر چودھویں صدی ہجری تک ہے آج ہمارے کتاب خانوں کا حصہ ہیں۔ انہی امہات الکتب میں جمهرة الانساب، سر سلسلة العلويه، مقاتل الطالبين، لباب الانساب، الاصيلي في انساب الطالبين، المجدى في انساب الطالبين، فخرى في انساب الطالبين، عمدة الطالب، المعقبون من ال ابى طالب، المشجر الوافي الى آخر انساب کی وہ کتب ہیں جس میں نسل کوثر کا تذکرہ بالالتزام موجود ہے۔

اولاد امام حسن علیہ السلام

امام حسن علیہ السلام کی اولاد کی تعداد کے عنوان سے کتب تاریخ میں کافی اختلاف ہے، 400 صدی ہجری میں انساب پر تحریر کی جانے والی ابی نصر سہل بن عبداللہ البخاری کی کتاب سر سلسلۃ العلویہ میں امام حسن علیہ السلام کے تیرہ فرزندوں کا حوالہ ملتا ہے جبکہ ابی نصر کا قول ہے کہ ان کے دو فرزندان ابو محمد حسن بن حسن المعروف حسن مثنی اور ابو الحسن زید بن حسن سے اولاد چلی۔ (سر سلسلۃ العلویہ، ابو نصر سہل، منشورات مطبعہ الحیدریہ نجف الاشرف، ۱۹۶۲، ص ۴)

منتہی الامال کے مولف اس حوالے سے لکھتے ہیں کہ واقدی اور کلبی نے امام حسن علیہ کے پندرہ بیٹے لکھے ہیں، ابن جوزی نے سولہ، جبکہ شیخ مفید نے ان کی تعداد چھ تحریر کی ہے۔ شیخ مفید اپنی کتاب الارشاد میں ان فرزندان کے اسماء یوں تحریر کرتے ہیں۔ زید بن حسن، حسن بن حسن (حسن مثنی)، عمر بن حسن، قاسم بن حسن، عبداللہ بن حسن، حسین اثرم بن حسن اور طلحہ بن حسن۔ (منتہی الامال، شیخ عباس قمی، موسسہ انتشارات ہجرت، ۱۳۷۷ شمسی، ج ۱ ص ۴۵۱)

عمدۃ الطالب فی انساب ال ابی طالب کے مولف نے شیخ الشرف العبیدلی کے حوالے سے امام حسن علیہ السلام کے گیارہ فرزند تحریر کیے ہیں جن کے اسماء حسب ذیل ہیں۔ زید، حسن مثنی، طلحہ، اسمٰعیل، عبداللہ، حمزہ، یعقوب، عبدالرحمن، ابو بکر و عمر۔ مولف تحریر کرتے ہیں کہ ابو بکر عبداللہ ہیں اور اس کے علاوہ ایک فرزند قاسم بھی تھے۔ (عمدۃ الطالب فی انساب ال ابی طالب، احمد بن علی، مطبوعہ بلدۃ المعمورہ بمبئی، ۱۳۱۸ھ، ص ۴۷)

تاہم تمام نسابہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ امام حسن علیہ السلام کی نسل آپ کے دو فرزندان ابو محمد حسن بن حسن المعروف حسن مثنی اور ابو الحسین زید بن حسن سے ہی چلی۔ زید بن حسن کی نسل حسن نامی فرزند سے چلی جن کی اولاد سے ایک بزرگ بعد میں طہران آئے۔ آج بھی شاہ عبدالعظیم حسنی کا مزار طہران میں مرجع خلائق ہے۔ امام حسن علیہ اسلام کے دو فرزند قاسم بن حسن اور عبداللہ بن حسن

کربلا میں شہید ہوئے۔ حسن مثنیٰ واقعہ کربلا میں زخمی ہوئے تاہم بعد میں جانبر ہو گئے۔ حسن مثنیٰ کا عقد امام حسین علیہ السلام کی دختر فاطمہ سے ہوا۔ آپ کی اولاد میں عبداللہ، ابراھیم اور حسن شامل ہیں جو حسن مثلث کے نام سے معروف ہوئے۔ امام حسن علیہ السلام کی نسل میں بہت سے اکابرین، علماء، صلحاء، عرفاء پیدا ہوئے۔ اس نسل کوثر کا فیض آج بھی جاری وساری ہے۔ ذیل میں ہم اولاد امام حسن علیہ السلام میں سے چند ایک اعیان کا تبرکا تذکرہ کریں گے تاکہ اس نسل کی فیوض وبرکات کا ایک گوشہ قارئین کی نذر کیا جا سکے۔

الاعیان

قاسم بن حسن علیہ السلام

قاسم کربلا میں اپنے چچا امام حسین علیہ السلام کے ہمراہ شہید ہوئے۔ آپ کا چودہ برس کی عمر میں ایک جملہ آپ کے علو وشان کو بیان کرنے کے لیے کافی ہے جب آپ نے امام حسین علیہ سے سوال کیا کہ چچا کیا شہادت میرے نصیب میں ہے تو چچا نے حضرت سے قاسم سے پوچھا کہ بیٹا موت کو کیسے دیکھتے ہو تو سید قاسم نے برجستہ جواب دیا الموت عندی احلی من العسل (میرے لیے موت شہد سے زیادہ شیریں ہے)۔ چودہ برس کے نوجوان کا موت کے بارے میں یہ نظریہ غیر معمولی نہیں ہے جبکہ اسے معلوم ہو کہ کل موت یقینی ہے۔ قاسم بن حسن علیہ السلام کی کوئی اولاد نہ تھی۔

عبداللہ بن حسن علیہ السلام

المجدی فی انساب الطالبین کے مطابق عبداللہ بن امام حسن علیہ السلام بھی کربلا میں شہید ہوئے ان کی کنیت ابو بکر تھی۔ آپ کی بھی کوئی اولاد نہ تھی۔

عبداللہ بن حسن مثنیٰ بن حسن علیہ السلام

آپ حسن مثنیٰ کے فرزند ہیں مقاتل الطالبین میں مصعب زبیر کا آپ کے حوالے سے قول نقل ہے کہ ہم عبداللہ کو لوگوں میں سے بہترین انسان کے عنوان سے جانتے تھے۔ عبداللہ بن حسن بن حسن علیہ السلام کے اوصاف کو مقاتل الطالبین کے مولف نے تفصیلا بیان کیا ہے جسے طوالت کے باعث ہم یہاں ترک کرتے ہیں۔ آپ کو دیباج بنی ہاشم، عبداللہ محض اور عبداللہ کامل کے عنوان سے جانا جاتا ہے۔ عبداللہ بن حسن بن حسن علیہ السلام زید بن علی زین العابدین کی شہادت کے بعد ان کی تحریک کا حصہ بنے۔ منصور دوانقی کے حکم پر ہاشمیہ کے مقام پر قید کے دوران شہید ہوئے۔ آپ کے فرزندان محمد نفس زکیہ نے بنو عباس کے خلاف قیام کیا جبکہ دوسرے فرزند مراکش کے فرمانروا بنے۔ افریقہ میں آباد حسنی سادات ادریس بن عبداللہ محض کی نسل سے ہیں۔ آپ بھی زیدیہ فرقہ کے امام ہیں۔

حسن بن حسن بن حسن علیہ السلام

آپ مدینہ کے فضلا میں سے شمار ہوتے تھے۔ آپ کو حسن مثلث بھی کہا جاتا ہے۔ مذہب زیدیہ کے اکابر میں سے شمار کیے جاتے ہیں۔ مقاتل الطالبین کے مطابق منصور کے دور دور میں قید وبند کی صوبتیں جھیلتے ہوئے دار فانی کو وداع کر گئے۔ آپ بھی زیدیہ فرقہ کے ائمہ میں سے ہیں۔

ابراھیم بن حسن بن حسن علیہ السلام

مقاتل الطالبین میں روایت ہے کہ احمد بن سعید یحیٰ بن حسن سے روایت کرتے ہیں کہ

كان ابراهيم اشبه الناس برسول الله

ابراھیم لوگوں میں سب سے زیادہ رسول اللہؐ سے مشابہ تھے

ابراھیم بن حسن بن حسن منصور کی قید میں وفات پا گئے۔

بنوامیہ کا زوال اور بنوعباس کا اقتدار

واقعہ کربلا کے بعد بنوامیہ کے زوال کا دور شروع ہوا، بنوہاشم نے بنوامیہ کے خلاف علم بغاوت بلند کیا جس میں عباسی پیش پیش تھے۔ محمد نفس زکیہ بن عبداللہ المحض بن حسن مثنیٰ بن امام حسن علیہ السلام کو ان کی خصوصیات کے سبب خلیفہ کے طور پر نامزد کیا گیا لیکن بنوامیہ کی حکومت کے خاتمہ کے ساتھ ہی سفاح نے اقتدار پر قبضہ کر لیا اور حسنی سادات کو کار ریاست سے الگ کر کے ان کے بزگوں کو قید کرنے کا حکم جاری کیا۔ حسنی سادات کے اکثر بزرگ حکومتی قید میں انتقال کر گئے۔

محمد نفس زکیہ بن عبداللہ محض بن حسن مثنیٰ

آپ عبداللہ محض کے فرزند ہیں، اپنے زہد وعبادت اور فقاہت کے سبب معروف تھے۔ منصور دوانقی کے ہاتھوں اپنے خاندان کے بزرگوں کی قید اور قتل کے بعد محمد نفس زکیہ نے عباسی حکومت کے خلاف خروج کیا۔ مدینہ میں حکومت قائم کی اور آخر کار مدینہ میں قتل ہوئے۔ آپ زیدی فرقہ کے امام ہیں۔

ادریس بن عبداللہ محض بن حسن مثنیٰ

آپ کی کنیت ابومحمد تھی، ادریس اپنے بھائی حسین کے قتل کے بعد مراکش چلے گئے۔ ادریس کی نسل ان کے فرزند ادریس اصغر سے ہی چلی۔ براعظم افریقہ میں آباد اکثر سادات ادریس بن عبداللہ محض کی نسل سے ہیں۔ حضرت ادریس نے مراکش میں ریاست قائم کی اور اہل مراکش کے امام قرار پائے۔ افریقہ میں آج بھی کئی ایک صوفی سلسلے حضرت ادریس کی نسبت سے امام علی تک منتہی ہوتے ہیں۔ آپ کی نسل کی حکومت 789ء سے 974ء تک مراکش میں رہی۔ اندلس میں 1016ء سے 1027ء تک، جنوبی سپین کے علاقے ملاگہ میں حکومت جو 1090ء سے 1239ء تک رہی۔ مراکش کے موجودہ شاہ محمد ششم جن کی بادشاہت کا سلسلہ کئی ایک نسلوں سے جاری ہے کا تعلق حسن الشریف بن قاسم کی نسل سے ہے جو حسنی سادات سے ہیں۔ نائیجیریا کے معروف عالم دین شیخ ابراھیم زکزاکی جو اس وقت حکومت کی قید میں ہیں کا تعلق بھی ادریس بن عبداللہ محض کی نسل سے ہے۔

عبداللہ الاشتر

عبداللہ الاشتر المعروف عبداللہ شاہ غازی مدفون کلفٹن کراچی۔ محمد نفس زکیہ بن عبداللہ محض کی شہادت کے بعد آپ عراق سے ایران اور پھر کابل تشریف لائے، عبداللہ الاشتر نے کابل میں عقد کیا آپ کی نسل وہاں محمد کابلی سے چلی۔ عبداللہ الاشتر بنوعباس سے چھپتے چھپاتے سندھ تشریف لائے اور یہاں ہی ایک عباسی فوجی جتھے سے لڑتے ہوئے جام شہادت نوش کر گئے۔ ایک روایت کے مطابق آپ کا سر منصور کے دربار میں پیش کیا گیا جبکہ جسد کو سمندر کے کنارے ایک بلند مقام پر دفن کیا گیا۔ عبداللہ شاہ غازی کا مزار

آج بھی کراچی میں مرجع خلائق ہے۔

ابراھیم طباطبا

ابراھیم طباطبا بن اسماعیل بن ابراھیم بن حسن بن حسن علیہ السلام امام جعفر صادق علیہ السلام کے اصحاب میں سے تھے۔ بنی ہاشم کے معروف افراد میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ زبان میں لکنت کے باعث قاف کو طاء پڑھتے تھے اور قبا کو طبا کہتے تھے جس کے سبب ان کا نام طباطبا معروف ہوگیا۔ عباسی حکومت آپ سے خوفزدہ رہتی تھی ہارون الرشید کے زمانے میں قید کے دوران میں قتل کر دیے گئے۔

امام قاسم الرسی

قاسم الرسی بن ابراھیم بن اسماعیل بن ابراھیم بن حسن بن حسن علیہ السلام جلیل القدر عالم تھے اور زیدی فرقے کے ائمہ میں سے ہیں آپ کی متعدد تصانیف موجود ہیں جن میں الرد علی ابن مقفع، الرد علی الرافضہ، الرد علی الروافض من اصحاب الغلو، الکامل المنیر فی رد علی الخوارج، الرد علی النصاری، المسترشد، الرد علی المجبرة، تاویل العرش و الکرسی، المسالة، الفرائض و السنن، کتاب الطھارة، صلاة الیوم و اللیلة، مسائل علی جھشیار، الناسخ والمنسوخ، سیاسة النفس و الامامة، تثبیت الامامة، الاحتجاج فی الامام، الھجرہ للظالمین، القتل و القتال قابل ذکر ہیں۔ امام قاسم الرسی کا علمی اثاثہ یمن کے علماء نے محفوظ رکھا ہے اور آج بھی آپ کی نسل سے بڑے بڑے علماء پیدا ہوتے ہیں جنہوں نے علوم دین کے ہر میدان میں معرکۃ الآراء کتب تحریر کی ہیں۔ مدینہ کے قریب واقع مقام رس میں سکونت کی وجہ سے آپ رسی کی نسبت سے معروف ہوئے۔

ہادی الی الحق یحیی بن حسین بن قاسم الرسی

آپ نے یمن میں سادات کی حکومت قائم کی جو 284ھ سے 1006ھ تک قائم رہی۔ یہ دور یمن میں خوشحالی اور علمی ترقی کا دور تصور کیا جاتا ہے آپ کی اولاد سے کئی ایک شخصیات نے یمن پر حکومت کی۔ اسی دور میں یمن میں مذہب زیدیہ کی باقاعدہ تدوین ہوئی۔ اس دور کا علمی کام فرقہ زیدیہ کی اساس ہے۔ اس وقت بھی یمن میں جاری تحریک کے روح رواں حوثی امام یحیی بن حسین کی نسل سے ہیں۔ انصار اللہ یمن کے موجودہ سربراہ عبد الملک الحوثی اسی خانوادے کا چشم و چراغ ہیں۔ لبنان کی تحریک حزب اللہ کے سربراہ سید حسن نصر اللہ بھی یمن کے حسنی سادات میں سے ہیں۔ اگر یمن کے حکمرانوں اور علماء، فضلاء اور شعراء کے ہی نام تحریر کیے جائیں تو کئی ایک جلدوں کی کتاب درکار ہوگی۔

شاہ عبد العظیم الحسنی

عبد العظیم بن عبد اللہ بن علی بن حسن بن زید بن حسن علیہ السلام ایران کی معروف شخصیت ہیں جن کا مزار ایران کے صدر مقام تہران میں مرجع خلائق ہے۔ شاہ عبد العظیم امام علی نقی علیہ السلام کے اصحاب میں سے شمار ہوتے تھے۔ کتب حدیث اور متون روائی میں عبد العظیم حسنی سے منقول احادیث کی تعداد ایک سو سے بھی زیادہ ہے۔ آپ کثرت سے امام جواد (ع) اور امام ہادی (ع) سے احادیث نقل کرتے تھے۔ آپ کے علمی آثار میں کتاب خطبہ امیر المومنین، کتاب الیوم و اللیلة، والنھار اور روایات عبد العظیم حسنی شامل ہیں۔ سید عبد

العظیم کا انتقال 252ھ میں ہوا۔

حسن بن زید داعی کبیر

حسن بن زید بن محمد بن اسمٰعیل بن حسن بن علی علیہ السلام ایران کی جانب ہجرت کرنے والے سادات حسنی کے سرخیل ہیں۔آپ نے ایران کے علاقے آمل میں 250ھ میں سادات کی حکومت قائم کی اور داعی کبیر کے لقب سے معروف ہوئے۔داعی کبیر کے دورِحکومت میں عباسیوں کے ستائے ہوئے بہت سے سادات ایران کے علاقے طبرستان میں آکر آباد ہوئے جن میں موسوی، حسینی، حسنی سادات قابل ذکر ہیں۔طبرستان کا علاقہ سادات کے لیے ایک محفوظ پناہ گاہ تھا جہاں عباسی حکمران قاصر رہے۔

حسن بن زید داعی کبیر نے الحجۃ فی الامامۃ، الجامع فی الفقہ، البیان تحریر کیں۔آپ کے بعد سے سادات کی ایران میں حکومت کا سلسلہ کبھی ختم نہیں ہوا۔نسل امام حسن علیہ السلام سے کئی ایک مراجع، علماء، فضلاء آج بھی ایران اور دنیائے اسلام کے لیے سببِ فیض ہیں جن میں آیت اللہ سید حسین بروجردی، آیت اللہ محمد حسین طباطبائی صاحب میزان وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

غوث اعظم عبدالقادر گیلانی/جیلانی

سید عبدالقادر جیلانی المعروف غوث اعظم معروف صوفی بزرگ ہیں، آپ 470ھ میں ایران کے علاقے گیلان میں پیدا ہوئے، ایک اور روایت کے مطابق بغداد کے قریب ایک علاقے جیلان میں پیدا ہوئے۔آپ کا سلسلہ طریقت حضرت جنید بغدادی سے ہوتا ہوا امام موسیٰ کاظم علیہ السلام تک جاتا ہے۔

آپ کا سلسلہ نسب موسیٰ بن عبداللہ بن یحیٰ بن محمد بن داؤد بن موسیٰ بن عبداللہ بن موسیٰ الجون بن عبداللہ محض بن حسن مثنیٰ بن امام حسن علیہ السلام تک جاتا ہے۔صاحب کرامات بزرگ تھے۔آپ ہی کے نام سے تصوف کا ایک سلسلہ قادریہ اس وقت بھی موجود ہے جس سے ہزاروں سالکین اور لاکھوں معتقدین فیض یاب ہو رہے ہیں۔پاکستان میں اوچ بہاولپور آپ ہی خانوادے کا ایک سلسلہ ہے جس کی شاخیں پاکستان بھر میں پھیلی ہوئی ہیں۔سید عبدالقادر گیلانی کی کتاب سر الاسرار و مظاہر الانوار ان کی علمی و روحانی خدمات پر مشتمل ہے۔

بہاؤالدین المعروف بہاول شیر قلندر

میر بہاول شیر قلندر سید عبدالقادر جیلانی کی نسل سے ہیں اور حجرہ شاہ مقیم میں مدفون ہیں۔آپ پاکستان کے صاحب کرامت بزرگوں میں سے ہیں۔حجرہ شاہ مقیم بہاول شیر قلندر کے فرزند محمد شاہ مقیم کے نام سے معروف ہے اور یہ قادری سلسلے کی ایک اہم لڑی ہے۔

گیلانی سادات کے متعدد بزرگ پاکستان بھر میں پھیلے ہوئے ہیں جن کے مزارات مرجع خلائق ہیں۔اس کے علاوہ اس خانوادے میں بہت سی سیاسی و علمی شخصیات نے بھی جنم لیا۔پاکستان کے سابق وزیر اعظم یوسف رضا گیلانی کا تعلق بھی اسی نسل سے ہے۔

اقوال امام حسن علیہ سلام

(ترتیب وتدوین: مولانا عرفان

امام حسنؑ ہر لحاظ سے حسن تھے آپ کے وجود پر نور میں انسانیت کی اعلیٰ ترین صفات جلوہ گر تھیں، آپ اخلاقی امتیازت اور بے پناہ انسانی فضائل کے حامل تھے، آپ نے نبوت ورسالت کے زیر سایہ تربیت پائی دیگر ائمہ اہل بیتؑ کی طرح علوم نبوی کے حامل تھے۔آپ کے حکیمانہ اقوال وارشادات کتب احادیث میں موجود ہیں۔زیر نظر مضمون میں ہم امام حسن علیہ السلام کے ۱۴۰ اقوال قارئین کرام کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔

۱) قالَ الإمامُ المُجتبى (عَلَيهِ السَّلام): يَا ابنَ آدَم! عِفَّ عَن مَحارِمِ اللهِ تَكُن عابِداً، وَارضَ بِما قَسَمَ اللهُ سُبحانَهُ لَكَ تَكُن غَنِيّاً، وَأَحسِن جِوارَ مَن جاوَرَكَ تَكُن مُسلِماً، وَصاحِبِ النّاسَ بِمِثلِ ما تُحِبُّ أَن يُصاحِبوكَ بِهِ تَكُن عَدلاً.

امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام: اے بنی آدم! محرمات الٰہی سے باز رہو تو عابد بن جاؤ گے۔ اللہ کی تقسیم سے راضی رہو تو بے نیاز ہو جاؤ گے۔ اپنے پڑوسی سے اچھا سلوک کرو تو مسلمان بن جاؤ گے اور لوگوں کے ساتھ ایسے رہو جیسے کہ تم پسند کرتے ہو کہ وہ تمہارے ساتھ رہیں تو عادل بن جاؤ گے۔

۲) قالَ الإمامُ المُجتبى (عَلَيهِ السَّلام): نَحنُ رَيحانَتا رَسولِ اللهِ، وَسَيِّدا شَبابِ أَهلِ الجَنَّةِ، فَلَعَنَ اللهُ مَن يَتَقَدَّمُنا، أَو يُقَدِّمُ عَلَينا أَحَداً.

امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام: ہم دونوں (امام حسن (ع) وامام حسین (ع)) رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو پھول ہیں اور جوانان جنت کے دو سردار ہیں خدا کی لعنت ہو اس پر جو ہم پر سبقت کرے یا کسی کو ہم پر فوقیت دے۔

۳) قالَ الإمامُ المُجتبى (عَلَيهِ السَّلام): إِنَّ حُبَّنا لَيُساقِطُ الذُّنوبَ مِن بَني آدَم، كَما يُساقِطُ الرّيحُ الوَرَقَ مِنَ الشَّجَرِ.

امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام: بے شک ہماری محبت بنی آدم سے گناہوں کو اسی طرح گرا دیتی ہے جس طرح ہوا کا جھونکا درخت سے (سوکھے) پتوں کو گرا دیتا ہے۔

۴) قالَ الإمامُ المُجتبى (عَلَيهِ السَّلام): لَقَد فارَقَكُم رَجُلٌ بِالأَمسِ لَم يَسبِقهُ الأَوَّلونَ، وَلا يُدرِكُهُ الآخِرونَ.

امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام: کل تم سے ایک ایسا شخص جدا ہوا ہے جس کے مانند نہ اولین میں کوئی تھا اور نہ آخرین میں سے کوئی اس کے مقام کو پا سکتا ہے۔

۵) قالَ الإمامُ المُجتبى (عَلَيهِ السَّلام): مَن قَرَأَ القُرآنَ كانَت لَهُ دَعوَةٌ مُجابَةٌ، إِمّا مُعَجَّلَةً وَإِمّا مُؤَجَّلَةً.

امام حسن مجتبی علیہ السلام: جو قرآن کی تلاوت کرتا ہے اس کی ایک دعا مستجاب ہے چاہے جلدی چاہے تاخیر سے۔

۶) قالَ الإمامُ الْمُجتبى (عَلَيْهِ السَّلام): إنَّ هذَا الْقُرآنَ فيهِ مَصابيحُ النُّورِ وَشِفاءُ الصُّدورِ.

امام حسن مجتبی علیہ السلام: اس قرآن میں ہدایت کی روشنی کے چراغ اور دلوں کی شفا ہے۔

۷) قالَ الإمامُ الْمُجتبى (عَلَيْهِ السَّلام): مَنْ صَلّى، فَجَلَسَ في مُصَلاّهُ إلى طُلُوعِ الشَّمْسِ كانَ لَهُ سِتْراً مِنَ النّارِ.

امام حسن مجتبی علیہ السلام: جو نماز پڑھنے کے بعد طلوع آفتاب تک اپنے مصلے پر بیٹھا رہے اس کو جہنم کی آگ سے بچنے کی سپر حاصل ہو جاتی ہے۔

۸) قالَ الإمامُ الْمُجتبى (عَلَيْهِ السَّلام): إنَّ اللهَ جَعَلَ شَهْرَ رَمَضانَ مِضْماراً لِخَلْقِهِ، فَيَسْتَبِقُونَ فيهِ بِطاعَتِهِ إلى مَرْضاتِهِ، فَسَبَقَ قَوْمٌ فَفازُوا، وَقَصَّرَ آخَرُونَ فَخابُوا.

امام حسن مجتبی علیہ السلام: اللہ سبحانہ وتعالی نے ماہ رمضان کو اپنی مخلوقات کے لئے مسابقہ کا میدان قرار دیا ہے کہ جس میں مخلوقات خدا کی اطاعت کے ذریعہ اس کی مرضی حاصل کرنے پر سبقت لیتے ہیں جہاں ایک گروہ سبقت لے کر کامیاب ہو جاتا ہے اور دوسرا کوتاہی کر کے گھاٹے میں رہ جاتا ہے۔

۹) قالَ الإمامُ الْمُجتبى (عَلَيْهِ السَّلام): مَنْ أدامَ الاْخْتِلافَ إلَى الْمَسْجِدِ أصابَ إحْدى ثَمان: آيَةً مُحْكَمَةً، أخاً مُسْتَفاداً، وَعِلْماً مُسْتَطْرَفاً، وَرَحْمَةً مُنْتَظِرَةً، وَكَلِمَةً تَدُلُّهُ عَلَى الْهُدى، أوْ تَرُدُّهُ عَنِ الرَّدى، وَتَرْكَ الذُّنُوبِ حَياءً أوْ خَشْيَةً.

امام حسن مجتبی علیہ السلام: جو مسلسل مسجدوں میں آمد و رفت رکھے گا اسے آٹھ میں سے کوئی ایک چیز ضرور حاصل ہو جائے گی آیت محکم، مفید بھائی، جامع معلومات، رحمت عام، ایسی بات جو نیکی کی ہدایت کر دے یا برائی سے باز رکھے، شرم وحیا یا خوف خدا سے گناہوں کو ترک کرنا۔

۱۰) قالَ الإمامُ الْمُجتبى (عَلَيْهِ السَّلام): مَنْ أكْثَرَ مُجالَسَةَ الْعُلَماءِ أطْلَقَ عِقالَ لِسانِهِ، وَفَتَقَ مَراتِقَ ذِهْنِهِ، وَسَرَّ ما وَجَدَ مِنَ الزِّيادَةِ في نَفْسِهِ، وَكانَتْ لَهُ وَلايَةٌ لِما يَعْلَمُ، وَإفادَةٌ لِما تَعَلَّمَ.

امام حسن مجتبی علیہ السلام: امام حسن مجتبی علیہ السلام: جو علماء کی ہمنشینی میں زیادہ رہے گا اس کی زبان کا بند ھن کھل جائے گا اور اس کے ذہن کی گرہیں وا ہو جائیں گی۔ اور اپنے نفس میں رشد وارتقاء کا سرور پائے گا، اپنی معلومات کا ولی ہوگا اور اپنی معلومات سے لوگوں کو مستفاد کرے گا۔

۱۱) قالَ الإمامُ الْمُجتبى (عَلَيْهِ السَّلام): تَعَلَّمُوا الْعِلْمَ، فَإنْ لَمْ تَسْتَطيعُوا حِفْظَهُ فَاكْتُبُوهُ وَضَعُوهُ في بُيُوتِكُمْ

امام حسن مجتبی علیہ السلام: علم حاصل کرو اور اگر اسے حفظ نہ کر پاؤ تو لکھ لو اور اپنے گھروں میں محفوظ رکھو۔

۱۲) قالَ الإمامُ الْمُجتبى (عَلَيْهِ السَّلام): مَنْ عَرَفَ اللهَ أحَبَّهُ، وَمَنْ عَرَفَ الدُّنْيا زَهِدَ فيها.

امام حسن مجتبی علیہ السلام: جو اللہ کی معرفت رکھے گا وہ اس سے محبت کرے گا، اور جو دنیا کی معرفت رکھے گا وہ اس میں پارسائی اختیار کرے گا۔

۱۳) قالَ الإمامُ المُجتبی (عَلَیْهِ السَّلام): هَلاکُ المَرْءِ فی ثَلاثٍ: اَلْکِبْرُ، وَالْحِرْصُ، وَالْحَسَدُ؛ فَالْکِبْرُ هَلاکُ الدّینِ، وَبِهِ لُعِنَ إبْلیسُ. وَالْحِرْصُ عَدُوُّ النَّفْسِ، وَبِهِ خَرَجَ آدَمُ مِنَ الْجَنَّةِ. وَالْحَسَدُ رائِدُ السُّوءِ، وَمِنْهُ قَتَلَ قابیلُ هابیلَ.

امام حسن مجتبی علیہ السلام: انسان کی ہلاکت تین چیزوں میں ہے۔ تکبر، لالچ، اور حسد، تکبر سے دین تباہ ہو جاتا ہے اور اسی کے ذریعہ ابلیس ملعون ہو گیا۔ اور لالچ نفس کی دشمن ہے اور اس کے ذریعہ آدم کو جنت سے نکلنا پڑا، اور حسد برائی کی راہنمائی کرتا ہے اور اسی کے ذریعہ ہابیل کو قابیل نے قتل کر دیا۔

۱۴) قالَ الإمامُ المُجتبی (عَلَیْهِ السَّلام): بَیْنَ الْحَقِّ وَالْباطِلِ أَرْبَعُ أَصابِعَ، ما رَأَیْتَ بِعَیْنَیْکَ فَهُوَ الْحَقُّ وَقَدْ تَسْمَعُ بِأُذُنَیْکَ باطِلاً کَثیراً.

امام حسن مجتبی علیہ السلام: حق و باطل کے درمیان چار انگشت کا فاصلہ ہے۔ جسے تم نے اپنی آنکھ سے دیکھا ہے وہ حق ہے اور اکثر و بیشتر تمہاری سنی ہوئی چیز باطل ہوا کرتی ہیں۔

۱۵) قالَ الإمامُ المُجتبی (عَلَیْهِ السَّلام): اَلْعارُ أَهْوَنُ مِنَ النّارِ.

امام حسن مجتبی علیہ السلام: ننگ و عار، آتش جہنم سے بہتر ہے۔

۱۶) قالَ الإمامُ المُجتبی (عَلَیْهِ السَّلام): إذا لَقِیَ أَحَدُکُمْ أَخاهُ فَلْیُقَبِّلْ مَوْضِعَ النُّورِ مِنْ جَبْهَتِهِ.

امام حسن مجتبی علیہ السلام: جب تم میں سے کوئی اپنے دینی بھائی سے ملاقات کرے تو پیشانی پر نور کی جگہ (سجدہ گاہ) کا بوسہ لے۔

۱۷) قالَ الإمامُ المُجتبی (عَلَیْهِ السَّلام): إنَّ اللهَ لَمْ یَخْلُقْکُمْ عَبَثاً، وَلَیْسَ بِتارِکِکُمْ سُدًی، کَتَبَ آجالَکُمْ، وَقَسَمَ بَیْنَکُمْ مَعایِشَکُمْ، لِیَعْرِفَ کُلُّ ذی لُبٍّ مَنْزِلَتَهُ، وَأَنَّ ما قُدِّرَ لَهُ أَصابَهُ، وَما صُرِفَ عَنْهُ فَلَنْ یُصیبَهُ.

امام حسن مجتبی علیہ السلام: اللہ نے تمہیں عبث پیدا نہیں کیا ہے اور تمہیں بے غرض بھی نہیں چھوڑے گا۔ (اس نے) تمہاری موت کا وقت مقرر کر دیا ہے۔ اور تمہارے معاش کو تمہارے درمیان تقسیم کر دیا ہے تاکہ ہر صاحب عقل اپنی منزلت کو پالے اور جو کچھ اللہ نے اس کے لئے مقدر کیا ہے وہ اسے مل کر رہے گا۔ اور جسے اللہ نے اس سے دور کر دیا ہے اسے وہ ہرگز نہیں پا سکتا۔

۱۸) قالَ الإمامُ المُجتبی (عَلَیْهِ السَّلام): لا تُواخِ أَحَداً حَتّی تَعْرِفَ مَوارِدَهُ وَمَصادِرَهُ، فَإذَا اسْتَنْبَطْتَ الْخِبْرَةَ، وَرَضیتَ الْعِشْرَةَ، فَآخِهِ عَلی إقالَةِ الْعَثْرَةِ، وَالْمُواساةِ فِی الْعُسْرَةِ.

امام حسن مجتبی علیہ السلام: کسی کو اپنا اس وقت تک دوست نہ بناؤ جب تک کہ اس کے اٹھنے بیٹھنے کی جگہ نہ سمجھ لو۔ اور جب تمہیں معلومات فراہم ہو گئیں اور اس کی ہمنشینی سے تم راضی ہو گئے تو پھر اسے اپنا دوست اور بھائی بنالو اور اس کی کوتاہیوں سے درگذر کرو اور مشکل وقت میں اس کے کام آؤ۔

۱۹) قالَ الإمامُ المُجتبی (عَلَیْهِ السَّلام): اَلْبُخْلُ أَنْ یَرَی الرَّجُلُ ما أَنْفَقَهُ تَلَفاً، وَما أَمْسَکَهُ شَرَفاً.

امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام: بخل یہ ہے کہ انسان جو انفاق کرے اسے تلف سمجھے اور جسے بچالے اسے شرف سمجھے۔

۲۰) قَالَ الإِمَامُ الْمُجتبى (عَلَيْهِ السَّلَام): تَرْكُ الزِّنَاءِ، وَكَنْسُ الْفِنَاءِ، وَغَسْلُ الْإِنَاءِ مَجْلَبَةٌ لِلْغِنَاءِ.

امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام: زنا نہ کرنا، چوکھٹ کو صاف رکھنا، برتن کو دھلا ہوا رکھنا بے نیازی و ثروت کا باعث ہے۔

۲۱) قَالَ الإِمَامُ الْمُجتبى (عَلَيْهِ السَّلَام): السِّيَاسَةُ أَنْ تَرْعَى حُقُوقَ اللهِ، وَحُقُوقَ الْأَحْيَاءِ، وَحُقُوقَ الْأَمْوَاتِ.

امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام: سیاست یہ ہے کہ حقوق اللہ، زندوں اور مردوں (تمام انسانوں) کے حقوق کی رعایت کرو۔

۲۲) قَالَ الإِمَامُ الْمُجتبى (عَلَيْهِ السَّلَام): مَا تَشَاوَرَ قَوْمٌ إِلَّا هُدُوا إِلَى رُشْدِهِمْ.

امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام: کوئی قوم صلاح و مشورہ نہیں کرتی مگر یہ کہ راہ ہدایت کو پالیتی ہے۔

۲۳) قَالَ الإِمَامُ الْمُجتبى (عَلَيْهِ السَّلَام): اَلْخَيْرُ الَّذِي لَا شَرَّ فِيهِ، اَلشُّكْرُ مَعَ النِّعْمَةِ، وَالصَّبْرُ عَلَى النَّازِلَةِ.

امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام: جس نیکی میں (ذرہ برابر بھی) برائی نہیں پائی جاتی وہ، نعمت پر شکر ادا کرنا، اور مصیبت پر صبر کرنا ہے۔

۲۴) قَالَ الإِمَامُ الْمُجتبى (عَلَيْهِ السَّلَام): يَا ابْنَ آدَمَ! لَمْ تَزَلْ فِي هَدْمِ عُمْرِكَ مُنْذُ سَقَطْتَ مِنْ بَطْنِ أُمِّكَ، فَخُذْ مِمَّا فِي يَدَيْكَ لِمَا بَيْنَ يَدَيْكَ، فَإِنَّ الْمُؤْمِنَ يَتَزَوَّدُ وَالْكَافِرَ يَتَمَتَّعُ.

امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام: اے بنی آدم! تم جب سے اپنی ماں کے شکم سے باہر آئے ہو مسلسل اپنی زندگی کی عمارت ڈھا رہے ہو لہٰذا جو سامنے آنے والا ہے (قیامت) اس کے لئے موجودہ زندگی سے توشہ فراہم کرلو کہ مومن زادراہ فراہم کرتا ہے اور کافر لذتوں میں مست رہتا ہے۔

۲۵) قَالَ الإِمَامُ الْمُجتبى (عَلَيْهِ السَّلَام): إِنَّ مَنْ خَوَّفَكَ حَتَّى تَبْلُغَ الْأَمْنَ، خَيْرٌ مِمَّنْ يُؤْمِنُكَ حَتَّى تَلْقَى الْخَوْفَ.

امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام: جو تمہیں ڈراتا رہے یہاں تک کہ تم اپنی آرزو کو پالو اس شخص سے بہتر ہے جو تمہیں اطمینان دلاتا رہے یہاں تک کہ تمہیں خوف لاحق ہو جائے۔

۲۶) قَالَ الإِمَامُ الْمُجتبى (عَلَيْهِ السَّلَام): الْقَرِيبُ مَنْ قَرَّبَتْهُ الْمَوَدَّةُ وَإِنْ بَعُدَ نَسَبُهُ، وَالْبَعِيدُ مَنْ بَاعَدَتْهُ الْمَوَدَّةُ وَإِنْ قَرُبَ نَسَبُهُ.

امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام: تم سے نزدیک وہ ہے جو مودت و محبت کے ذریعہ تم سے قریب ہوا ہے چاہے حسب و نسب کے اعتبار سے دور ہی کیوں نہ ہو۔ اور دور وہ ہے جو محبت کے اعتبار سے دور ہے چاہے تمہارا قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔

۲۷) قَالَ الإِمَامُ الْمُجتبى (عَلَيْهِ السَّلَام): الْمُرُوَّةُ: شُحُّ الرَّجُلِ عَلَى دِينِهِ، وَإِصْلَاحُهُ مَالَهُ، وَقِيَامُهُ بِالْحُقُوقِ.

امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام: مردانگی یہ ہے انسان اپنے دین کی حفاظت کرے اپنے مال کی اصلاح کرے اور اپنے اوپر عائد حقوق کو ادا کرے۔

۲۸) قَالَ الإِمَامُ الْمُجتبى (عَلَيْهِ السَّلَام): عَجِبْتُ لِمَنْ يَتَفَكَّرُ فِي مَأْكُولِهِ كَيْفَ لَا يَتَفَكَّرُ فِي مَعْقُولِهِ، فَيُجَنِّبُ بَطْنَهُ مَا يُؤْذِيهِ، وَيُودِعُ صَدْرَهُ مَا يُرْدِيهِ.

امام حسن مجتبی علیہ السلام: مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو اپنی غذا کے سلسلہ میں غور وفکر سے کام لیتا ہے لیکن اپنی عقل کے سلسلہ میں فکرمند نہیں ہے کہ اپنے شکم کو اذیت دینے والی چیزوں سے بچاتا ہے اور اپنے دل ودماغ کو فاسد کردینے والی چیزوں کو جمع کئے جارہا ہے۔

۲۹) قالَ الإمامُ المُجتبی (عَلَیهِ السَّلام): غَسْلُ الْیَدَیْنِ قَبْلَ الطَّعامِ یَنْفی الْفَقْرَ وَبَعْدَهُ یَنْفی الْهَمَّ.

امام حسن مجتبی علیہ السلام: کھانے سے پہلے ہاتھ دھلنا فقر وتنگدستی کو ختم کرتا ہے اور کھانے کے بعد ھم وغم کو دور کرتا ہے۔

۳۰) قالَ الإمامُ المُجتبی (عَلَیهِ السَّلام): حُسْنُ السُّؤالِ نِصْفُ الْعِلْمِ.

امام حسن مجتبی علیہ السلام: اچھا سوال، آدھا علم ہے۔

۳۱) قالَ الإمامُ المُجتبی (عَلَیهِ السَّلام): إنَّ الْحِلْمَ زینَةٌ، وَالْوَفاءَ مُرُوَّةٌ، وَالْعَجَلَةَ سَفَهٌ.

امام حسن مجتبی علیہ السلام: حلم وبردباری زینت ہے، وفاداری مردانگی ہے اور جلد بازی بے وقوفی ہے۔

۳۲) قالَ الإمامُ المُجتبی (عَلَیهِ السَّلام): مَنِ اسْتَخَفَّ بِإخْوانِهِ فَسَدَتْ مُرُوَّتُهُ.

امام حسن مجتبی علیہ السلام: جو اپنے بھائیوں کی آبروریزی کرتا ہے اس کی مردانگی تباہ ہوجاتی ہے۔

۳۳) قالَ الإمامُ المُجتبی (عَلَیهِ السَّلام): إنَّما یُجْزَی الْعِبادُ یَوْمَ الْقِیامَةِ عَلی قَدْرِ عُقُولِهِمْ.

امام حسن مجتبی علیہ السلام: بندوں کو بروز قیامت ان کی عقلوں کے حساب سے جزادی جائے گی۔

۳۴) قالَ الإمامُ المُجتبی (عَلَیهِ السَّلام): إنَّ الْقُرْآنَ فیهِ مَصابیحُ النُّورِ وَشِفاءُ الصُّدُورِ، فَلْیَجْلُ جالٍ بَصَرَهُ، وَلْیُلْجِمِ الصِّفَةَ قَلْبَهُ، فَإنَّ التَّفْکیرَ حَیاةُ الْقَلْبِ الْبَصیرِ، کَما یَمْشِی الْمُسْتَنیرُ فِی الظُّلُماتِ بِالنُّورِ.

امام حسن مجتبی علیہ السلام: بے شک قرآن میں ہدایت کے روشن چراغ اور دلوں کی شفا ہے لہٰذا اپنی آنکھوں کو اس کے ذریعہ جلا بخشو اور اپنے دل کو اس کے ذریعہ صیقل دو۔ اس لئے کہ غور وفکر کرنا بصیر آدمی کے دل کی زندگی ہے جس طرح تاریکی میں راستہ چلنے والا اپنے ساتھ روشنی لے کر چلتا ہے۔

۳۵) قالَ الإمامُ المُجتبی (عَلَیهِ السَّلام): اَلْمِزاحُ یَأکُلُ الْهَیْبَةَ، وَقَدْ أکْثَرَ مِنَ الْهَیْبَةِ الصّامِتُ.

امام حسن مجتبی علیہ السلام: مزاح، ہیبت کو کھا جاتی ہے، اور خاموش انسان، زیادہ ہیبت کا مالک ہوتا ہے۔

۳۶) قالَ الإمامُ المُجتبی (عَلَیهِ السَّلام): اَللُّؤْمُ أنْ لا تَشْکُرَ النِّعْمَةَ.

امام حسن مجتبی علیہ السلام: تمہارا شکر نعمت نہ کرنا، تمہاری پستی کی نشانی ہے۔

۳۷) قالَ الإمامُ المُجتبی (عَلَیهِ السَّلام): لَقَضاءُ حاجَةِ أخٍ لی فِی اللهِ أحَبُّ مِنْ إعْتِکافِ شَهْرٍ.

امام حسن مجتبی علیہ السلام: دینی بھائی کی ضرورت کو پورا کرنا میرے نزدیک ایک ماہ کے اعتکاف سے بہتر ہے۔

۳۸) قالَ الإمامُ المُجتبی (عَلَیهِ السَّلام): إنَّ الدُّنْیا فی حَلالِها حِسابٌ، وَفی حَرامِها عِقابٌ، وَفی الشُّبُهاتِ عِتابٌ، فَأنْزِلِ الدُّنْیا بِمَنْزِلَةِ الْمَیْتَةِ، خُذْ مِنْها ما یَکْفیكَ.

امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام: دنیا کی حلال چیزوں میں حساب اور حرام میں عذاب ہے اور شبہ ناک چیزوں میں سرزنش ہے لہٰذا دنیا کو مردار سمجھو اور اس سے بقدر ضرورت استفادہ کرو۔

۳۹) قالَ الإمامُ المُجتبی (عَلَیهِ السَّلام): اِعمَلْ لِدُنیاكَ كَأنَّكَ تَعیشُ أبَداً، وَاعمَلْ لآخِرَتِكَ كَأنَّكَ تَموتُ غَداً۔

امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام: اپنی دنیا کے لئے اس طرح عمل کرو کہ گویا تمہیں ہمیشہ رہنا ہے، اور اپنی آخرت کے لئے ایسے عمل کرو کہ گویا تمہیں کل ہی مرجانا ہے۔

۴۰) قالَ الإمامُ المُجتبی (عَلَیهِ السَّلام): أكیَسُ الكَیِّسِ التُّقی، وَأحمَقُ الحُمقِ الفُجورُ، الكَریمُ هُوَ المُتَبَرِّعُ قَبلَ السُّؤالِ۔

امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام: سب سے زیادہ ہوشیار متقی آدمی ہے اور سب سے بڑا بے وقوف فسق و فجور کرنے والا ہے۔ کریم شخص وہ ہے جو ضرورت مند کے سوال سے پہلے اس کی ضرورت پوری کردے۔

منابع

1. نزہۃ الناظر وتنبیہ الخواطر؛ ص۷۹، ح ۳۳، بحارالانوار؛ ج۷۸، ص ۱۱۲، س۸۔
2. کلمۃ الامام الحسن (علیہ السلام)؛ ۷، ص ۲۱۱۔
3. کلمۃ الامام الحسن (علیہ السلام)؛ ۷، ص ۲۵، بحارالانوار؛ ج ۴۴، ص ۲۳، ح ۷۔
4. احقاق الحق؛ ج ۱۱، ص ۱۸۳، س ۲ و ص ۱۸۵۔
5. دعوات الراوندی؛ ص ۲۴، ح ۱۳، بحارالانوار؛ ج ۹۸، ص ۲۰۴، ح ۲۱۔
6. بحارالانوار؛ ج ۷۵، ص ۱۱۱، ضمن ح ۶۔
7. وافی؛ ج ۴، ص ۱۵۵۳، ح ۲، تہذیب الاحکام؛ ج ۲، ص ۳۲۱، ح ۲، ۱۲۶۔
8. تحف العقول؛ ص ۲۳۴، س ۱۳، من لا یحضرہ الفقیہ؛ ج ۱، ص ۵۱۱، ح ۱۴۷۹۔
9. تحف العقول؛ ص ۲۳۵، س ۷، مستدرک الوسائل؛ ج ۳، ص ۳۵۹، ح ۳۷۷۸۔
10. احقاق الحق؛ ج ۱۱، ص ۲۳۸، س ۲۔
11. احقاق الحق؛ ج ۱۱، ص ۲۳۵، س ۷۔
12. کلمۃ الامام الحسن (علیہ السلام)؛ ۷، ص ۱۴۰۔
13. اعیان الشیعہ؛ ج ۱، ص ۵۷۷، بحارالانوار؛ ج ۷۵، ص ۱۱۱، ح ۶۔
14. تحف العقول؛ ص ۲۲۹، س ۵، بحارالانوار؛ ج ۷۵، ص ۱۱۰، س ۵۔
15. کلمۃ الامام الحسن (علیہ السلام)؛ ۷، ص ۱۳۸، تحف العقول؛ ص ۲۳۴، س ۶، بحارالانوار؛ ج ۷۵، ص ۱۰۵، ح ۴۔

16. تحف العقول: ص ۲۳۶، س ۳، بحارالانوار: ج ۷۵، ص ۱۰۵، ح ۴۔

17. تحف العقول: ص ۲۳۲، س ۲، بحارالانوار: ج ۷۵، ص ۱۱۰، ح ۵۔

18. تحف العقول: ص ۱۶۴، س ۱، بحارالانوار: ج ۷۵، ص ۱۰۵، ح ۳۔

19. اعیان الشیعہ: ج ۱، ص ۵۷۷، بحارالانوار: ج ۷۵، ص ۱۱۳، ح ۷۔

20. کلمۃ الامام الحسن (علیہ السلام: ص ۲۱۲، بحارالانوار: ج ۷۳، ص ۳۱۸، ح ۶۔

21. گذشتہ حوالہ: ص ۵۷۔

22. تحف العقول: ص ۲۳۳، اعیان الشیعہ: ج ۱، ص ۵۷۷، بحارالانوار: ج ۷۵، ص ۱۱۱، ح ۶۔

23. تحف العقول: ص ۲۳۴، س ۷، بحارالانوار: ج ۷۵، ص ۱۰۵، ح ۴۔

24. نزھۃ الناظر وتنبیہ الخاطر: ص ۷۹، س ۱۳، بحارالانوار: ج ۷۵، ص ۱۱۱، ح ۶۔

25. احقاق الحق: ج ۱۱، ص ۲۴۲، س ۲۔

26. تحف العقول: ص ۲۳۴، س ۳، بحارالانوار: ج ۷۵، ص ۱۰۶، ح ۴۔

27. تحف العقول: ص ۲۳۵، س ۱۴، بحارالانوار: ج ۷۳، ص ۳۱۲، ح ۳۔

28. کلمۃ الامام الحسن (علیہ السلام: ص ۳۹، بحارالانوار: ج ۱، ص ۲۱۸، ح ۴۳۔

29. کلمۃ الامام الحسن (علیہ السلام: ص ۴۶۔

30. کلمۃ الامام الحسن (علیہ السلام: ص ۱۲۹۔

31. کلمۃ الامام الحسن (علیہ السلام: ص ۱۹۸۔

32. کلمۃ الامام الحسن (علیہ السلام: ص ۲۰۹۔

33. کلمۃ الامام الحسن (علیہ السلام: ص ۲۰۹۔

34. نزھۃ الناظر وتنبیہ الخاطر: ص ۷۳، ص ۱۸، بحارالانوار: ج ۷۸، ص ۱۱۲، س ۱۵۔

35. کلمۃ الامام الحسن (علیہ السلام: ص ۱۳۹، بحارالانوار: ج ۷۵، ص ۱۱۳، ح ۷۔

36. کلمۃ الامام الحسن (علیہ السلام: ص ۱۳۹، بحارالانوار: ج ۷۵، ص ۱۰۵، ح ۴۔

37. کلمۃ الامام الحسن (علیہ السلام: ص ۱۳۹۔

38. کلمۃ الامام الحسن (علیہ السلام: ص ۳۶، بحارالانوار: ج ۴۴، ص ۱۳۸، ح ۶۔

39. کلمۃ الامام الحسن (علیہ السلام: ص ۷۳، بحارالانوار: ج ۴۴، ص ۱۳۸، ح ۶۔

40. احقاق الحق: ج ۱۱، ص ۲۰، س ۱، بحارالانوار: ج ۴۴، ص ۳۰۔

امام حسن علیہ السلام کا بچپن

مولانا نجف علی

(یہ مقالہ سیرت امام حسن علیہ السلام سے چند واقعات پر مشتمل ہے۔ادارہ)

حضرت امام حسن علیہ السلام، امیر المومنین حضرت امام علی علیہ السلام وسیدۃ النساء العالمین حضرت بی بی فاطمۃ الزہرا کے فرزند اور پیغمبر خدا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور محسنہ اسلام حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے نواسے ہیں۔آپ علیہ السلام کو بھی اللہ تعالیٰ نے معصوم منصوص افضل کائنات اور عالم علم لدنی قرار دیا ہے۔

آپ علیہ السلام ۱۵ رمضان المبارک سنہ ۳ ہجری کی شب کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ولادت سے پہلے اُم الفضل نے خواب میں دیکھا کہ رسول اکرم کے جسم مبارک کا ایک ٹکڑا میرے گھر میں آ پہنچا ہے، میں نے جب یہ خواب رسول کریمؐ سے بیان کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ اس کی تعبیر یہ ہے کہ میری لخت جگر فاطمہ کے بطن اطہر سے عنقریب ایک بچہ پیدا ہوگا جس کی پرورش تم کروگی۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں آپؑ کی پیدائش اپنی نوعیت کی پہلی خوشی تھی۔آپ کی ولادت نے دنیا کے سامنے سورہ کوثر کی ایک عملی اور بنیادی تفسیر پیش کردی۔

علل الشرائع میں علامہ شیخ صدوق علیہ رحمہ نے لکھا ہے کہ جب امام حسنؑ کی ولادت ہوگئی اور آپ کو سرور کائنات کی خدمت میں لایا گیا تو رسول کریمؐ بے انتہا خوش ہوئے اور آپؑ کے دہن مبارک میں اپنی زبان اقدس دے دی۔آنحضرت نے نوزائدہ بچے کو آغوش میں لے کر پیار کیا اور داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت فرمانے کے بعد اپنی زبان ان کے منہ میں دے دی اور امام حسنؑ اسے چوسنے لگے۔اس کے بعد آپ نے دعا کی! خدایا اس کو اور اس کی اولاد کو اپنی پناہ میں رکھنا۔

آپ کا عقیقہ:

ولادت کے ساتویں روز سرور کائنات نے خود اپنے دست مبارک سے عقیقہ فرمایا اور بالوں کو منڈوا کر اس کے ہم وزن چاندی تصدق کی۔(حوالہ اسد الغابہ، ج ۳، ص ۱۳)

علامہ کمال الدین کا بیان ہے کہ دنبہ ذبح کیا گیا تھا (مطالب السؤل، ص ۲۲۰)

آیۃ اللہ کلینی رحمۃ اللہ علیہ نے کافی میں لکھا ہے کہ سرور کائنات نے عقیقہ کے وقت جو دعا پڑھی تھی اس میں یہ عبارت بھی شامل تھی۔

”اللھم عظمھا بعظمہ لحمھا بلحمہ دمھا بدمہ و شعرھا بشعرہ اللھم اجعلھا وقاء لمحمد و آلہ“

خدایا اس کی ہڈی مولود کی ہڈی کے عوض، اس کا گوشت مولود کے گوشت کے عوض، اس کا خون اس کے خون کے عوض، اس کے بال مولود کے بال کے عوض قرار دے اور اسے محمد و آل محمد کے لیے ہر بلا سے نجات کا ذریعہ بنا دے۔

امام شافعیؒ نے فرمایا ہے کہ آنحضرتؐ نے امام حسنؑ کا عقیقہ کر کے اس کی سنت ہونے کی دائمی بنیاد ڈال دی۔ (مطالب السئول، ص ۲۲۰)

کنیت و القاب:

آپ کی کنیت ابو محمد تھی، آپ کے مشہور القابات طیب، تقی، سبط، سیدہ ہیں۔

محمد بن طلحہ شافعی نے لکھا ہے آپ کا "سید" لقب خود سرور کائنات کا عطا کردہ ہے۔ (حوالہ مطالب السئول، ص ۲۲۱)

امام حسن علیہ السلام کا بچپن

امام حسنؑ کے بارے میں ایک صحابی کا بیان ہے کہ میں نے رسول کریم کو اس حال میں دیکھا ہے کہ وہ ایک کندھے پر امام حسنؑ کو اور ایک کندھے پر امام حسینؑ کو بٹھائے ہوئے جا رہے ہیں اور باری باری دونوں کے منہ چومتے جاتے ہیں۔ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے کہ امام حسن آپ کی پشت پر سوار ہو گئے کسی نے روکنا چاہا تو آنحضرت نے اشارہ سے منع فرمایا۔ (اصابہ، ج ۲، ص ۱۲)

ایک صحابی کا بیان ہے کہ میں اس دن سے امام حسنؑ کو بہت زیادہ دوست رکھنے لگا جس دن میں نے رسول کی آغوش میں بیٹھ کر انھیں ان کی داڑھی مبارک سے کھیلتے دیکھا۔ (نور الابصار، ص ۱۱۹) ایک دن سرور کائنات امام حسن کو کندھے پر سوار کیے ہوئے کہیں جا رہے تھے ایک صحابی نے کہا کہ اے صاحبزادے تمھاری سواری کس قدر اچھی ہے یہ سن کر آنحضرتؐ نے کہا یہ کہو کہ کس قدر اچھا سوار ہے۔ (اسد الغابہ، ج ۳، ۱۵)

امام بخاری اور امام مسلم لکھتے ہیں کہ ایک دن رسول خداؐ امام حسن کو کندھے پر بٹھائے ہوئے فرما رہے تھے "خدایا میں اسے دوست رکھتا ہوں تو بھی اسے محبت کر" حکیم ترمذی، نسائی اور ابوداؤد لکھتے ہیں کہ آنحضرتؐ ایک دن محو خطبہ تھے کہ امام حسنؑ کا پاؤں دامن عبا میں اس طرح اُلجھے کہ زمین پر گر پڑے یہ دیکھ کر آنحضرت نے خطبہ ترک کر دیا اور منبر سے اتر کر آپ کو آغوش میں اٹھا لیا اور منبر پر لے جا کر خطبہ شروع کیا۔ (مطالب السئول، ص ۲۲۳)

جذبہ اسلام کی فراوانی:

ایک دن ابوسفیان حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا کہ آپ آنحضرت سے سفارش کر کے ایک ایسا معاہدہ لکھوا دیجیے جس کی رو سے میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکوں۔ آپؑ نے فرمایا کہ آنحضرت جو کچھ کہہ چکے ہیں اب اس میں سر مو فرق نہیں ہوگا۔ اس نے امام حسنؑ سے سفارش کی خواہش کی، آپ اس وقت کمسن تھے لیکن آپ نے اس وقت ایسی جرأت کا ثبوت دیا جس کا تذکرہ تاریخ زبان پر ہے۔ لکھا ہے کہ ابوسفیان کی طلب سفارش پر آپؑ نے اس کی داڑھی پکڑ لی اور ناک مروڑ کر کہا کلمہ شہادت زبان پر جاری کرو۔ تمھارے لیے سب کچھ ہے یہ دیکھ کر امیر المومنین مسرور ہو گئے۔ (مناقب آل ابی طالب، ج ۴، ص ۴۶)

امام حسنؑ دور ترجمانی وحی:

علامہ مجلسی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ امام حسنؑ کا یہ وطیرہ تھا کہ آپ وحی کو عن من اپنی والدہ ماجدہ کو سنایا کرتے تھے۔ ایک روز امام علیؑ نے فرمایا کہ اے بنت رسولؐ میرا جی چاہتا ہے میں حسن کو ترجمانی وحی کرتے ہوئے خود دیکھوں اور سنوں، سیدہ نے امام

حسنؑ کے پہنچنے کا وقت بتا دیا۔ امیر المومنینؑ، امام حسن سے پہلے داخل خانہ ہو گئے اور گوشہ خانہ میں بیٹھ گئے۔ امام حسنؑ حسب معمول تشریف لائے اور ماں کی آغوش میں بیٹھ کر وحی سنانا شروع کر دی لیکن تھوڑی دیر کے بعد عرض کی:

''یا اماہ قد تلجلج لسانی و کل بیانی تقل سیدی یرانی''

مادر گرامی آج زبان وحی ترجمان میں لکنت اور بیان مقصد میں رکاوٹ ہو رہی ہے مجھے ایسے معلوم ہو رہا ہے

کہ میرے بزرگ محترم مجھے دیکھ رہے ہیں۔

یہ سن کر امیر المومنینؑ گوشہ خانہ سے باہر آ گئے امام حسنؑ کو آغوش میں اٹھا لیا اور بوسہ دینے لگے۔ (بحار الانوار، ج ۱۰، ۱۹۳)

امام حسنؑ کا خلیفہ اول کو منبر رسول سے اترنے کا حکم:

علامہ ابن حجر، امام سیوطی رقمطراز ہیں کہ امام حسنؑ ایک دن مسجد رسول سے گزرے آپ نے دیکھا حضرت ابوبکرؓ منبر رسول پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ آپ نے منبر کے قریب تشریف لے جا کر کہا ''انزل عن منبر ابی'' میرے باپ کے منبر سے اتر آؤ۔ (صواعق محرقہ، ص ۱۰۵ / تاریخ الخلفاء، ص ۵۵، ریاض النصرہ، ص ۱۲۸)

بچپنے میں لوح محفوظ کا مطالعہ کرنا:

علامہ عسقلانی نے اپنی کتاب فتح الباری شرح صحیح بخاری میں اس اعتراض کا جواب دیا'' کہ رسول کریم نے حسنؑ کو صدقے کے کھجور کھانے سے کیوں روکا جب کہ آپ پر ابھی شرعی پابندی نہیں تھی'' امام حسنؑ اور دوسرے بچے برابر نہیں ہو سکتے ہیں کیونکہ ''ان الحسن یطالع لوح المحفوظ'' امام حسنؑ شیر خوارگی کے عالم میں بھی لوح محفوظ کا مطالعہ کیا کرتے تھے (احقاق الحق، ص ۱۲۷)

مناقب ابن شہر آشوب میں بحوالہ شرح اخبار قاضی نعمان مرقوم ہے کہ ایک سائل حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں آیا اور اس نے سوال کیا کہ میں نے حالت احرام میں شتر مرغ کے چند انڈے کھا لیے ہیں، بتایئے مجھ پر کیا کفارہ واجب الادا ہوگا جواب سے ناعلم کی وجہ سے حکم دیا کہ اسے عبدالرحمان بن عوف کے پاس لے جاؤ جب اس سے سوال دہرایا گیا تو وہ بھی خاموش ہو گئے اور کہا کہ اس کا حل تو امیر المومنینؑ کر سکتے ہیں۔ سائل کو امام علی علیہ السلام کی خدمت میں لایا گیا۔ آپؑ نے سائل سے فرمایا میرے دو چھوٹے بچے جو سامنے نظر آ رہے ہیں ان سے دریافت کر لے۔ سائل امام حسنؑ کی طرف متوجہ ہوا اور مسئلہ دہرایا۔ امام حسنؑ نے جواب دیا تو نے جتنے انڈے کھائے ہیں اتنی ہی عمدہ اونٹنیاں لے کر انھیں حاملہ کرا اور ان سے جو بچے پیدا ہوں انھیں راہ خدا میں ہدیہ خانہ کعبہ کر دے۔

امیر المومنین نے مسکرا کر فرمایا بیٹا جواب تو بالکل صحیح ہے لیکن یہ تو بتاؤ کیا ایسا نہیں ہے کہ کچھ حمل ضائع ہو جاتے ہیں اور کچھ بچے مر جاتے ہیں؟ آپ نے عرض کی بابا جان بالکل درست ہے مگر ایسا بھی تو ہوتا ہے کہ کچھ انڈے خراب نکلتے ہیں۔ یہ سن کر سائل پکار اٹھا کہ ایک مرتبہ اپنے عہد میں سلیمان بن داؤد نے بھی یہی جواب دیا تھا جیسا کہ میں نے اپنی کتابوں میں پڑھا ہے۔ (تمت بالخیر)

باپ کی شمشیر کا ہمسر ہے بیٹے کا قلم
بازوئے حیدرؑ کی طاقت خامۂ شبرؑ میں ہے

فتح خیبر میں ہے مضمر مقصدِ صلح حسنؑ
مقصد صلح حسنؑ فتح در خیبر میں ہے

(صابر تھاریانی کراچی)

شہادت امام حسن علیہ السلام

سیدہ طاہرہ زیدی



امام حسنؑ کی شخصیت کے بارے میں سب کی متفقہ مورد قبول حدیث ہے:

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلاَنَ، حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ الْحَفَرِيُّ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي زِيَادٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي نُعْمٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْحَسَنُ، وَالْحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ"(1)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "حسن اور حسین اہل جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔

حضرت امام حسنؑ کو جب سب لوگ جوانان جنت کے سردار مانتے تھے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے پھر ان کو شھید کس نے اور کیوں کیا؟

تاریخ اسلام میں ایسا کیا ہوا کہ چوتھے خلیفہ نے جب پانچویں کے بارے میں وصیت کی تو اس کو پورا نہ کیا گیا؟

اس بارے میں تحقیق کرنے پر پتہ چلتا ہے کہ امیر شام نے امام حسنؑ سے بظاہر صلح تو کر لی تھی مگر دل سے اس بات پر راضی نہ ہوئے۔ ان کے قتل کی سازش کچھ یوں ہوئی کہ آپ کو پوشیدہ طریقے سے قتل کر دیا جائے۔ اس ارادے کو پورا کرنے کے لئے چار افراد کا انتخاب کیا گیا، ہر ایک سے کہا کہ اگر تم نے حسن بن علیؑ کو قتل کر دیا تو میں تمھیں دو لاکھ درہم اور شام کا فوجی افسر بنایا جائے گا۔ اس کے علاوہ اپنی بیٹی سے شادی کا بھی لالچ دیا گیا۔ یہ چار افراد ۱۔ عمرو بن حریث۔ ۲۔ اشعث بن قیس۔ ۳۔ حجر بن الحارث اور ۴۔ شبث بن ربعی تھے۔



امیر شام نے جن انعامات کا اعلان کیا تھا انہیں حاصل کرنے کے لئے ان سب نے حامی بھر لی۔ان سب افراد پر جاسوس مقرر کیے گئے جو پوشیدہ طریقے سے ان کی کارکردگی کی رپورٹ دمشق کو بھیجتے رہتے تھے۔اس سازش کی خبر امام حسن علیہ السلام کو مل گئی جس کے بعد احتیاط برتی جانے لگی امام حسنؑ ہر وقت لباس کے اندر زرہ پہنتے تھے یہاں تک کہ اسی زرہ میں آپ نماز بھی پڑھتے تھے۔

عمر بن اسحاق کا بیان ہے کہ میں حسن و حسین علیہما السلام کے ساتھ گھر میں تھا اتنے میں امام حسن (ع) طہارت کے لئے گھر سے باہر گئے، واپس آ کر فرمایا کہ "کئی بار مجھے زہر دیا گیا لیکن اس مرتبہ سب سے شدید تھا، میرے جگر کا ایک ٹکڑا گرا، اسے میں نے اپنے اس عصا سے حرکت دی"۔امام حسین (ع) نے پوچھا: "کس نے آپ کو زہر دیا"۔

امام حسن (ع) نے فرمایا: اس سے تم کیا چاہتے ہو؟ کیا اسے قتل کرو گے؟ جب کہ میں سمجھتا ہوں اس پر تم سے زیادہ خدا عذاب کرے گا اور اگر وہ نہ ہو تو میں نہیں چاہتا کہ بے گناہ میری وجہ سے گرفتار ہو۔(2)

امام حسن زہر کھانے کے بعد چالیس دن بیمار اور صاحب فراش رہے، آخر ماہ صفر میں آپ کی شہادت واقع ہوئی۔(3)

خوارج کی سازش

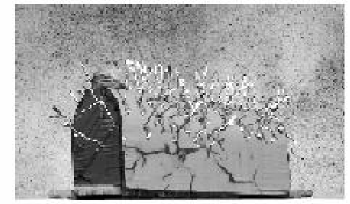
دوسری طرف خوارج آپ کی گھات میں تھے، یعنی وہی قابل احترام جاہل افراد آپ کو قتل کرنا چاہتے تھے، ان کا بہانہ یہ تھا کہ آپ نے امیر شام سے جنگ کیوں نہیں کی، وہ آپ کو (معاذ اللہ) مشرک و مذل المومنین پکارتے تھے۔انہیں افراد میں ایک جراح بن سنان نامی شخص نے ساباط (مدائن) میں سر راہ امام حسنؑ کے گھوڑے کی لگام پکڑ لی اور تلوار سے آپ کو اس طرح مارا کہ ران کا گوشت شگافتہ ہو کر تلوار استخوان تک پہونچ گئی۔امام نے درد کی شدت سے اس کی گردن میں بانہیں ڈال دیں اور دونوں زمین پر گر گئے، امام حسنؑ کے ایک شیعہ عبد اللہ بن خطل نے لپک کر تلوار اس کے ہاتھ سے چھین لی اور قتل کر دیا، ایک دوسرے ساتھی کو بھی پکڑ کر قتل کر دیا۔امام حسنؑ کو مدائن کے گورنر سعد بن مسعود ثقفی کے مکان پر لے گئے اور آپ کا علاج کرایا گیا۔(4)

امام حسن کو زہر دیا گیا

جعدہ بنت اشعث امام حسنؑ کی زوجہ تھی، امیر شام نے اسے ایک لاکھ درہم بھیجا اور پیغام بھیجا کہ اگر امام حسنؑ کو زہر دیدو گی تو تمہاری شادی اپنے بیٹے یزید سے کردوں گا، جعدہ نے یہ پیش کش قبول کر لی اور امام حسنؑ کو زہر دے دیا۔جعدہ کے پاس سیال زہر پہنچایا گیا۔امام حسنؑ روزے سے تھے، ہوا گرم تھی، افطار کے وقت جعدہ نے وہ زہر آپ کے دودھ کے پیالے میں ملا کر امام کی خدمت میں پیش کیا، امامؑ نے اسے پیا تو فوراً زہر محسوس کر لیا، جعدہ سے فرمایا:

تو نے مجھے قتل کیا، خدا تجھے قتل کرے، خدا کی قسم تیری آرزو پوری نہ ہوگی، خدا تجھے ذلیل کرے گا۔

امام حسنؑ نے زہر کے اثر کر جانے کے بعد اہل کنبہ کو وصیت کے لیے بلایا۔طبقات ابن سعد میں لکھا ہے کہ امام حسن علیہ



السلام نے وصیت کی تھی کہ مجھے میرے نانا کے پہلو میں دفن کرنا۔
ابوالفرج اصفہانی کی کتاب مقاتل الطالبین اور دیگر تاریخی کتابوں میں مذکور ہے کہ جب امام حسن علیہ السلام کو دفن کرنے کے لئے پیغمبر اسلام(ص) کے روضہ کی طرف لے جایا گیا تو امام حسنؑ کے جنازے کو رسول خدا ﷺ کے پہلو میں تدفین سے روکنے کے لیے زوجہ رسولؐ خچر پر سوار ہو کر آ گئیں اور ساتھ ہی مروان بھی بنی امیہ اور دیگر نام نہاد مسلمانوں کے ہمراہ مدد و حمایت کے لئے فوراً آ پہنچا۔ پھر حضرت عائشہ اور مروان کی قیادت میں امام حسنؑ کے جنازے پہ تیروں کی بارش کی گئی جس میں سے بہت سے تیر امام حسن(ع) کے جنازے میں پیوست ہو گئے۔

زوجہ امام حسنؑ اپنا کام ختم کرنے کے بعد جب حاکم شام کے پاس گئی اور کہا: میری یزید سے شادی کر دو۔ اس نے جواب دیا: "اذهبى فان الامرأة لا تصلح للحسن بن على لا تصلح لابنى يزيد" دفعہ ہو جا! تیری جیسی عورت جب حسن بن علیؑ سے نباہ نہ کر سکی تو میرے بیٹے یزید سے کیا نباہ کرے گی۔(5)

یہ کس کا جنازہ ہے جو گھر لوٹ رہا ہے
پھولوں کی جگہ کیوں یہ تیروں سے سجا ہے

حوالہ جات

1۔ حسن اور حسین کے مناقب کا بیان، جلد سوم، جامعہ ترمذی، حدیث نمبر 3768
2۔ بحار الانوار، ج ٤٤، ص ١٤٨، ١٥٤
3۔ کشف الغمہ، ج ٢، ص ١٦٣
4۔ ترجمہ ارشاد شیخ مفید، ج ٢، ص ٨
5۔ بحار الانوار، ج ٤٤، ص ١٤٨ و ١٥٤

حسن البنا شہید

سید نثار علی ترمذی

تراویح کی رکعتیں بیس ہی ہیں؟ نہیں حضورؐ سے صرف آٹھ ہی ثابت ہیں۔ حضرت عمرؓ کے دور میں صحابہؓ نے بیس رکعتیں جماعت کے ساتھ ادا کی تھیں۔ کیا انھوں نے غلط کیا؟ بیس کی دلیل کمزور ہے۔ ہم نے تو اپنے بزرگوں کو آٹھ پڑھتے ہوئے ہی دیکھا ہے۔ آٹھ کی دلیل کمزور ہے ہم تو بیس ہی پڑھیں گے۔

قاہرہ سے دور ایک گاؤں کی مسجد میں ماہ رمضان کی ایک شب نمازیوں کے درمیان تکرار ہو رہی تھی۔ اس سے پہلے کہ یہ تکرار لڑائی تک جا پہنچتی، ایک اجنبی آدمی جو انھیں شکل وصورت سے علمی وجاہت کا حامل نظر آتا تھا اٹھا اور با آواز بلند کہنے لگا:

یا ایہا الاخوان! اجنبی کی آواز کی گھن گرج کچھ ایسی تھی کہ بحث کرنے والے اس کی طرف متوجہ ہونے لگے۔ میں تراویح کے مسئلہ پر آپ کی بحث کافی دیر سے سن رہا ہوں۔ مسجد میں شور وغل کرنا آداب مسجد کے خلاف ہے جب کہ آپ کی بحث جھگڑے اور لڑائی کی صورت اختیار کر چکی ہے۔ مسئلہ بجائے سلجھنے کے الجھتا جا رہا ہے۔ اگر آپ میرے دو سوالوں کا جواب دے دیں تو شاید مسئلہ سلجھ جائے۔ کیا آپ مجھے اس بات کی اجازت دیتے ہیں؟

جی جی! آپ فرمایئے مسئلہ سلجھنا چاہیے، کئی آوازیں بلند ہوئیں۔

سوال یہ ہے:

اجنبی نے لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرتے ہوئے کہا کہ تراویح کا شرعی حکم کیا ہے؟ یعنی یہ فرض ہے، سنت موکدہ ہے یا نفل ہے؟ یہ نفل ہے، یہ نفل ہے، بیک وقت کئی آوازیں بلند ہوئیں۔

بہت خوب۔

اچھا اب یہ بتایئے کہ اسلام میں مسلمانوں کے اتحاد واتفاق اور اخوت ومحبت کے بارے میں کیا حکم ہے؟ یہ فرض ہے یا نفل؟

فرض ہے۔ فرض ہے لوگوں نے جواب دیا۔

یا ایہا الاخوان! نفل وہ فعل ہے کہ اگر کسی وقت اسے نہ کیا جائے تو آدمی گناہ گار نہیں ہوتا جب کہ فرض وہ چیز ہے جس کے ضائع ہونے سے انسان گناہ گار ہوتا ہے۔ کیا میں نے صحیح کہا؟

جی بالکل ٹھیک۔



مجمع نے پوری توجہ سے جواب دیا۔

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا

کا ارشاد الٰہی ہمیں اس کی رسی کو مل کر مضبوطی سے تھامنے کا حکم دیتا ہے اور فرقہ فرقہ ہونے سے منع کرتا ہے کیونکہ جھگڑے اور تنازع سے مسلمانوں میں کم ہمتی پیدا ہوگی اور ان کی ہوا اکھڑ جائے گی۔

وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْھَبَ رِیْحُکُمْ

تراویح نفل ہے۔ اتحاد فرض ہے۔ اب آپ مجھے بتایئے کہ جو شخص ایک نفل کے قیام کے لیے مسلمانوں کے درمیان تفریق اور انتشار پیدا کرے ایسا شخص دین وملت کا خیر خواہ ہوگا یا دشمن؟

دشمن! دشمن! پورا مجمع بیک زبان ہو کر بولا۔

تمھارا دشمن تمھارا اتحاد چاہتا ہے یا انتشار؟ انتشار۔

اب سوچئے کہ جو شخص حضور اکرمؐ کی امت میں انتشار پیدا کرنا چاہتا ہے وہ حضور اکرمؐ کا صحیح پیروکار ہو سکتا ہے؟

حضور اکرمؐ کا پیروکار نہیں، وہ دشمن کا ایجنٹ ہو سکتا ہے۔ ایک نوجوان نے کھڑے ہو کر جذبات سے مغلوب آواز میں کہا۔

اب جو لوگ ایسا کام کریں تمھارا کام انھیں روکنا اور سمجھانا ہے یا ان کا ساتھ دینا ہے۔ ہم انھیں روکیں گے؟

تمھیں آٹھ اور بیس تراویح کا مسئلہ زیادہ عزیز ہے یا مسلمانوں کا اتحاد؟ اتحاد۔ اتحاد۔

ایھا الاخوان! اگر تم اتحاد چاہتے ہو تو اس کے لیے تمھیں تھوڑی سی قربانی دینا ہوگی۔ کیا تم یہ قربانی دو گے؟

ہم ہر طرح کی قربانی دیں گے۔

قربانی صرف اتنی ہے کہ تمھیں جس امام یا اپنی تحقیق پر اعتماد و اطمینان ہے اس پر عمل کرو۔ دوسرے کو دلیل سے سمجھاؤ لیکن دوسرے کا بھی اس کی رائے اور تحقیق پر چلنے کا حق تسلیم کرو کیونکہ ہر مسلمان اپنے موقف کی سچائی کے ثبوت کے لیے قرآن وسنت سے دلیل پیش کرتا ہے، کوئی انجیل یا تورات سے استدلال نہیں کرتا۔ تعبیر وتشریح میں اختلاف کا ہونا فطری امر ہے۔ فروعی مسائل میں جس رائے کو مناسب سمجھے، اس پر عمل کرے جب کہ دین کے بنیادی اور متفقہ مسائل کو عملی زندگی میں نافذ کرنے کے لیے تمام لوگ مل جل کر زور لگائیں۔

تمھارا دشمن، انگریز ہو یا یہودی، وہ تم پر گولی چلاتے ہوئے یہ فرق نہیں کرے گا کہ فلاں شافعی ہے اور فلاں حنفی۔ فلاں آٹھ تراویح پڑھتا ہے اور فلاں بیس۔ اس کی نظر میں تمام کلمہ گو اس کے دشمن ہیں اس کی کامیابی اس میں ہے کہ تمھیں آپس میں لڑائے رکھے۔

اس لیے آج ضرورت یہ ہے کہ ہم فروعی اختلاف سے بالاتر ہو کر کفر وظلم کے خلاف متحد ہو جائیں اور خود کو صحیح مسلمان بنائیں۔

اجنبی کی تقریر ختم ہوئی تو لوگ کھڑے ہو کر انتہائی عقیدت واحترام کے ساتھ اس سے ملنے گئے۔

گاؤں کا ایک وجیہ شخص جو اپنے لباس اور چہرے سے ایک مستول اور معزز شخص دکھائی دیتا تھا۔ آگے بڑھا اور اس نے اجنبی

سے پوچھا۔ میں آپ کی باتوں سے بہت متاثر ہوا۔ آپ اپنا تعارف کروائیں تو مہربانی ہوگی۔

"میرا نام حسن البنا ہے اور میں قاہرہ میں رہتا ہوں۔ 1

میں نے جس سے بھی بات کی تو اس نے حسن البناء، شہید کا نام ضرور لیا۔ واقعی جب ان کے افکار کا مطالعہ کیا تو ان کے افکار نے گواہی دی کہ یہ واقعی اتحاد امت کا درد رکھتے تھے اور اس کے لیے عملی طور پر کوشاں بھی تھے۔ ان کے افکار سے جو حاصل ہوا اسے قارئین کے پیش خدمت ہے۔ آپ نے ایک خطبہ دیا تھا جس میں اخوان المسلمون کے اغراض و مقاصد کو بڑے دلنشین انداز میں اور تفصیل سے بیان کیا ہے اس میں سے ایک جزو پیش ہے۔

فقہی اختلاف سے دوری

فقہی اختلافات سے دوری کی وجہ یہ ہے کہ الاخوان کے اعتقاد میں احکام فرعیہ میں اختلاف ناگزیر ہیں۔ ان کے بغیر چارہ نہیں۔ اس لیے کہ اسلام کی بنیاد قرآن کی آیات اور احادیث و اعمال نبوی پر ہے جن کے سمجھنے میں اختلاف ہو سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خود صحابہؓ کے درمیان اس قسم کے اختلاف تھے، اب بھی ایسے اختلاف ہیں اور آئندہ بھی رہیں گے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کتنی محکم بات کہی جب ابو جعفر نے تمام لوگوں کو جمع کرنا چاہا کہ ان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تفرقوا فی الامصادر و عند کل قوم علم فاذا احتلم علی رای واحد تکون فتنہ ترجمہ: اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہروں میں پھیل گئے تھے۔ اس طرح ہر قوم کے ہاں علم ہے اگر تم سب کو ایک رائے پر جمع کرنا چاہو گے تو فتنہ ہو جائے گا۔

اختلاف بذات خود کوئی برائی نہیں۔ البتہ برائی ہے تو وہ متعصبانہ ذہنیت ہے کہ جو کسی کو اپنی رائے کے ساتھ ہوتی ہے اور وہ لوگوں کو فکر ورائے آزادی دینے کا روادار نہیں ہوتا۔

اختلافی امور میں ہمارے اس نقطہ نظر نے متفرق دلوں کو ایک مقصد کے تحت جمع کر دیا اور لوگوں کے لیے یہ بات کافی ہوگی کہ وہ زید رضی اللہ عنہ کے الفاظ میں صرف ان اصولوں کے مسلمان ہوں جن کی بنیاد پر کوئی شخص مسلمان قرار پاتا ہے۔ یہ نقطہ نظر ایک ایسی جماعت کے لیے سخت ضروری ہے جو اپنی فکر پھیلانا چاہتی ہے اور چاہتی ہے کہ اس کے اندر لا یعنی امور پر اختلافات نہ پیدا ہوں۔ 2

اخوان المسلمون کے تیسرے مرشد السید عمر تلمانی اپنی کتاب "یادوں کی امانت" میں لکھتے ہیں کہ:

امام حسن البنا شہید امت کے درمیان اتحاد پیدا کرنے کے سب سے بڑے علمبردار تھے۔ آپ کو افتراق سے شدید نفرت تھی۔ آپ کی تحریر و تقریر ابنائے امت کے درمیان اسباب وصل پر مرتکز ہوتی اور آپ کبھی زبان و قلم سے کوئی ایسا لفظ نہ نکالتے جس سے کسی کی دل آزاری ہو۔ اخوان المسلمون کا دستور یہی ہے کہ اختلافات کو ختم کر کے سب مسلمانوں کو بنیادی اصولوں پر متحد کیا جائے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

و ان ھذہ امتکم امۃ واحدہ۔

اس صدی کے چوتھے عشرے میں شیعہ مذہب کے ایک عالم السید القمی اخوان کے مہمان بن کر مرکز عام میں ٹھہرا کرتے



تھے۔اس دور میں امام اس کوشش میں مصروف تھے کہ مختلف اسلامی مذاہب کے درمیان اختلافات کی خلیج پاٹ دی جائے تاکہ دشمنان اسلام کو تفرقہ پھیلا کر امت اسلامیہ کو متحارب گروہوں میں تقسیم کرنے کا موقع نہ مل سکے۔انہی دنوں کی بات ہے کہ ہم نے آپ سے پوچھا کہ سنی اور شیعہ میں کیا اختلاف ہے۔آپ نے فرمایا: اس قسم کی بحثوں میں پڑنے سے کچھ حاصل نہیں۔بہتر ہے کہ ان سے اجتناب کیا جائے۔ہمارے کرنے کے اور کافی کام ہیں۔ہمارے دشمن رائی کا پہاڑ بنا کر ہمارے درمیان آگ کے شعلے بھڑکاتے رہتے ہیں۔اس لیے ہمارا رویہ بہت محتاط ہونا چاہیے۔ہم نے عرض کیا، ہمارا مقصد اختلافات کو ہوا دینا یا تعصب کو ابھارنا نہیں بلکہ ہم تو محض معلومات کی خاطر آپ سے سوال پہ سوال پوچھ رہے ہیں۔بے شک شیعہ اور سنی مذاہب کے بارے میں بے شمار کتب موجود ہیں لیکن ہمارے پاس کہاں فرصت ہے کہ ان کا مطالعہ کرسکیں۔

امام شہید نے فرمایا:

مختصر لفظوں میں یہ سمجھ لیجیے کہ سنی اور شیعہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور یہی کلمہ ہمارے عقیدے کی بنیاد ہے۔پس، سنی اور شیعہ دونوں مسلمان ہیں۔تفاصیل میں دونوں مذاہب کے درمیان اختلافات ہیں لیکن وہ اختلافات ایسے نہیں جنھیں دور نہ کیا جاسکتا ہو۔

ہم نے عرض کیا اس بات کو مثال کے ذریعے سے ہمارے سامنے واضح فرمائیں:

آپ نے ارشاد فرمایا اہل سنت کے درمیان آئمہ اربعہ کی نسبت سے چار سنی مسالک پائے جاتے ہیں جب کہ شیعوں کے بھی کئی فرقے ہیں مثلاً شیعہ امامیہ کہتے ہیں کہ امامت اسلام میں لازمی ہے اور امام کے بغیر اسلام قائم نہیں ہوسکتا۔وہ بارہ اماموں کے قائل ہیں اس لیے انھیں اثنا عشری بھی کہا جاتا ہے۔ان کے خیال کے مطابق بارھواں امام غائب ہوگیا ہے جس کی آمد کے وہ منتظر ہیں۔اس امام کی آمد پر اس کی قیادت میں ہی یہ لوگ جہاد و قتال کے قائل ہیں۔ان کے نزدیک شریعت کی حفاظت امام کی ذمہ داری ہے۔اس کے احکام بلاچون و چراہ واجب ہیں اور اس کا فیصلہ سند ہے۔بلاشبہ اس معاملے میں ہمارا نقطہ نظر ان سے بالکل مختلف ہے لیکن اس اختلاف کو بنیاد بنا کر ہمیں ان کی تکفیر نہیں کرنی چاہیے۔

آپ نے مزید فرمایا: بعض اختلافات اور بھی ہیں جن کا ازالہ ممکن ہے۔مثلاً شیعوں کے بعض فرقے متعہ کے قائل ہیں اور اسی قسم کی کچھ اور اختلافی باتیں بھی ہیں۔دونوں مذاہب آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ رواداری سے زندگی گزارنے کا تہیہ کرلیں تو ہر ایک دوسرے کا احترام ملحوظ رکھ کر اپنی فقہ پر عمل کرسکتا ہے۔

حقیقت میں دونوں مسالک مدت تک بغیر کسی فرقہ وارانہ کش مکش کے ایک ساتھ رہتے رہے ہیں اور اچھے ہمسایوں کی طرح پرامن زندگی گزارتے رہے ہیں۔زیادہ تر اختلافات کتابوں ہی میں پائے جاتے ہیں۔3

ایک مصلح کی بڑائی اس میں ہوتی ہے کہ اس کی دعوت کا دائرہ وسیع ہو۔یہی خوبی حسن البنا شہید کے پیغام میں پائی جاتی ہے کہ

انھوں نے امت کے اندر دائرہ لگانے کے بجائے امت کے ہر فرد کو مخاطب کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ نہ صرف ہر ایک کے لیے قابل تقلید قرار دیے جا سکتے ہیں بلکہ ان کا عمل آج کے پرفتن دور میں رہنما کا کام انجام دے سکتا ہے۔ اگر مسالک اپنے اختلافات کو اپنی جگہ رکھیں، اسے دوسروں کی توہین و تکفیر کے لیے استعمال نہ کریں۔ مشترکات کو بنیاد بنا کر کامیابی و فلاح کی طرف بڑھا جا سکتا ہے۔ مسالک کے درمیان اختلافات ختم نہیں ہو سکتے اور نہ ان کی بنیاد پر آگے بڑھا جا سکتا ہے۔ انھیں تحمل و رواداری سے برداشت کر کے مل جل کر رہنے کی روایت کو مضبوط کرنا ہوگا۔ ہو سکتا ہے کہ یہ اختلاف وقت کے ساتھ ساتھ اور باہمی روابط سے قدرے کم ہو جائیں۔

حسن البنا شہید کا یہی طریقہ تھا کہ وہ اختلاف کو نظر انداز کر کے مشترکات کو اپنا کر امت میں اتحاد و اتفاق کا نسخہ بتاتے ہیں جو آج بھی قابل عمل ہے۔

حسن البنا شہید نے اخوان المسلمون کے ادوار میں ان مقاصد کو بھی شامل کیا:

۱۔ مختلف اسلامی مکاتب فکر کے مابین اتحاد و یکجہتی کے لیے مناسب ماحول فراہم کرنے کے لیے تگ و دو کرنا۔ اس لیے کہ اسلامی اصولوں سے منحرف اور غیر مربوط رویوں نے مسلمانوں کو باہم متفرق کر دیا ہے۔

۲۔ اسلامی گروہوں یا قوموں کے مابین تنازعات کو حل کرنے کی کوشش کرنا اور انھیں ایک دوسرے کے قریب کرنے اور متحد کرنے کے لیے جدوجہد کرنا۔

آپ آغاز سے ہی اس بات کی طرف متوجہ تھے، مسلمان مختلف مسالک اور گروہوں میں بٹے ہوئے ہیں اور ان کے درمیان اختلاف نے انھیں ایک دوسرے سے دور کر رکھا ہے۔ انھیں ایک دوسرے کے قریب لانے کی کوشش کرنا ہے۔ آپ نے اس حوالے سے جہاں نظریاتی کام کیا وہیں عملی کام بھی انجام دیے۔ جن میں چند ایک کے بارے میں عرض کرتے ہیں۔

آپ کا شمار ان عظیم علماء اسلام میں ہوتا ہے جن کی تحریک اور کوشش سے مختلف مکاتب فکر کے مابین قربت و یک جہتی اور ہم آہنگی کے لیے ایک مثالی ادارے کا قیام عمل میں آیا۔ جس میں چیدہ چیدہ معروف علماء شامل تھے۔ اس عالمی ادارے میں الاستاذ محمد علی علوبۃ پاشا، عبدالمجید سلیم شیخ الازہر امین الحسینی مفتی فلسطین، محمد عبدالفتاح العنانی (مالکی) الشیخ عیسیٰ منون رکن ھیئۃ کبار علماء (شافعی) محمد شلتوت شیخ الازہر (حنفی) محمد تقی قمی (از علماء امامیہ) عبدالوہاب خلاف علی الخفیف، شیخ الازہر علی بن اسماعیل موید علماء (زیدی) محمد عبداللطیف سبکی (حنبلی) استاد جامع ازہر محمد محمد مدنی، محمد الحسین کاشف الغطاء نجف کے مرجع، سید شہرستانی از علماء کاظمیہ اور علامہ عبدالحسین شرف الدین جیسے القدر علماء شامل تھے۔ (داعی اتحاد امت، آیت اللہ محمد علی تسخیری، ترجمان القرآن، مئی ۲۰۰۷)

استاد حسن البناء نے نہ صرف اس ادارے کی تاسیس میں بنیادی کردار کیا بلکہ اس ادارے کا نام بھی آپ کا تجویز کردہ ''تقریب'' (قریب لانے)۔ اس ادارے کے مرکزی دفتر کا نام بھی اسی مناسبت سے (التقریب) رکھا گیا۔

استاد حسن البناء اپنے رسائل میں ایسا مواد شائع کرنے کا اہتمام کرتے تھے جو اہل سنت اور اہل تشیع کے ایک دوسرے کے قریب کر دے۔

محمد تقی قمی کی یادداشتوں کے مطابق ''حجاز میں سید ابو طالب یزدی کے واقعہ قتل کے بعد برسوں تک ایرانیوں کا حج کے لیے جانا



موقف رہا۔ اس کے بعد جب ایرانی حج پر جانے لگے تو ’’دارالتقریب‘‘ نے پانچوں فقہوں (چار اہل سنت اور ایک مذہب شیعہ امامیہ) کے مناسک حج کو یک جا شائع کرنے کا ارادہ کیا تا کہ اہل تشیع کے بارے میں ذہنوں میں پیدا ہونے والی تشویش کو ختم کیا جاسکے۔ اس مطبوعہ مجموعے کے مطالعے سے یہ واضح ہوتا تھا کہ سنی و شیعہ دونوں اگرچہ تمام مناسک حج میں متفق نہیں لیکن زیادہ تر مناسک میں ان کا فقہی موقف یکساں ہے۔ مناسک حج کے پانچوں فقہوں کے یک جا شائع اس مطبوعہ کو حج کے موقع پر سعودی عرب میں تقسیم کرنے کے لیے بھیجنا ممکن نہ تھا کیونکہ میزبان حکومت کی ہدایت کے مطابق اس کی اجازت نہ تھی۔

شیخ البنا نے اس کا حل ڈھونڈ لیا، انھوں نے سارے مناسک اپنے پرچہ میں شائع کر دیے اور اپنے پرچے کو حج کے ایام میں سعودی عرب بھجوا دیا۔ یہ پرچہ حاجیوں میں تقسیم کیا گیا جس کا خاطر خواہ اثر ہوا۔ اسی سال حسن البنا نے حج کیا اور انھوں نے وہاں آیت اللہ ابوالقاسم کاشانی (ایران میں تیل کو قومیانے کی تحریک کے راہنما) سے ملاقات کی۔4

اتحاد امت کے لیے کی جانے والی ہر سرگرمی قابل رشک ہے۔ جو امت کے اختلاف کو کم کرنے کے لیے کوشاں ہو وہ عظیم اجر کا مستحق ٹھہرے گا۔ اگر انسان مسلم ارادہ کرے تو اس کو عملی جامہ پہنانے کے لیے متبادل راستے بھی اپنا سکتا ہے۔ کامیاب مصلح و قائد وہی ہوتا ہے کہ وہ ایک راستہ بند ہونے کے بعد مایوس نہ ہو جائے بلکہ اس کے پاس متبادل حل موجود ہونا چاہیے جیسا کہ استاد البنا نے حج کے مناسک حجاج تک پہنچانے میں اپنایا۔ آج بھی ضرورت ہے کہ مسالک کے درمیان فقہی مسائل کو اس طرح بیان کیا جائے کہ قربت کا احساس زیادہ ہو اور نفرتیں کم سے کم ہوں۔

آیت اللہ محمد علی تسخیری، سربراہ ادارہ تقریب بین المذاہب اسلامیہ، تہران، ایران ایک جگہ لکھتے ہیں:

علامہ سید ہادی خسرو شاہی نے مجھے بتایا کہ ایران کے بعض بڑے علماء البنا مرحوم کے عملی اقدامات کو خوب سراہتے تھے۔ چنانچہ سید ہادی جب ۱۳۷۵ھ میں ایک بڑے عالم آیت اللہ سید رضا الصدر کی محفل میں حاضر ہوئے تو وہ حج کے عمرانی پہلوؤں پر گفتگو کے علاوہ اسلامی اتحاد کے مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے بتا رہے تھے کہ مرحوم البنا نے اپنے حج کے سفر کے دوران مصریوں کو اہل تشیع کی حقیقت سے آگاہ کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ انھوں نے شیعوں کے بارے میں اہل مصر میں پائے جانے والی شکوک و شبہات کو ختم کرنے میں گراں قدر خدمات انجام دیں۔ اس موقع پر آیت اللہ الصدر نے حاضرین کی طرف بطور خاص توجہ کرتے ہوئے زور دے کر کہا’’ آپ لوگ شیخ حسن البنا سے ضرور واقف ہوں گے۔ وہ ایک عظیم انسان ہیں۔ وہ اخوان المسلمون کے عالمی قائد ہیں۔5

شہید حسن البنا کی اتحاد امت کے لیے کی جانے والی خدمات سے ایک زمانہ معترف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اخوان المسلمون کے بنیادی اصولوں میں یہ بات داخل ہے کہ وہ حقیقی روح اسلام سے وابستہ رہے فرقہ وارانہ اور فقہی جھگڑوں سے دور رہا جائے۔ ان کی جماعت کا



وجود کسی ایک فقہ کے پابند حضرات تک محدود نہیں۔ وہ فروعی اختلاف سے دور رہتے ہیں اور دوسروں کو بھی ان اختلافات سے روکتے ہیں۔ گذشتہ صدی کے تیسرے عشرے میں حسن البنا نے اخوان المسلمون کے رسالے میں ایک مضمون لکھا۔ اس مضمون میں آپ نے ایک بڑے سائز کی مربع شکل بنائی۔ اس مربع کے چاروں طرف اندر، لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا اور اس مربع کے مرکز میں ایک چھوٹا سا مربع بنایا۔

اس کے بعد انھوں نے لکھا کہ ہمارے جو بھائی ہم پر تنقید کرتے ہیں وہ گویا اپنی دعوت کو اندرونی چھوٹے مربع تک محدود کیے ہوئے ہیں جن کے بارے میں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ صرف ان ہی کا عقیدہ صحیح ہے۔ حالانکہ ایسے لوگوں کی تعداد بہت تھوڑی ہے۔ اس کے برعکس، ہم اپنی دعوت کا رخ ہر اس شخص کی طرف کرتے ہیں جو توحید الٰہی و رسالت محمدی کی گواہی دیتا ہے۔ خواہ وہ شخص اسلام کی تعلیمات و افکار میں کتنا ہی کوتاہ و کمزور کیوں نہ ہو۔ ہم اس سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ اسلام کی شوکت رفتہ کو واپس لانے کے لیے اسلامی اخوت و بھائی چارے میں ہمارے ساتھ مل جائے۔ ہم اپنی اس دعوت میں اقرار شہادتین کے سوا اس شخص پر کوئی اور شرط عائد نہیں کرتے۔ چنانچہ ہماری اس دعوت کو اسلامی تعلیمات پر ایمان و عمل کے لحاظ سے مختلف سطحوں اور درجوں کے لوگ قبول کرتے ہیں۔ 6

ایک اچھی دعوت کی یہی خوبی ہوتی ہے کہ اس کا دائرہ کار وسیع ہو اور عام فہم ہو۔ یہی شہید البنا کی دعوت کا طرہ امتیاز ہے۔ یہی ایک پسندیدہ اور معقول روش ہے۔ یعنی شہادتین اور اسلام کے ارکان پر ایمان کے دائرے میں رہتے ہوئے مکالمہ۔ اس مکالمہ کی آج اشد ضرورت ہے۔

جون ۱۹۳۳ء میں اخوان المسلمون نے اپنے ایک ہفت روزہ ''جریدۃ الاخوان المسلمین'' کا آغاز کیا تو اس کے دینی سیکشن کی ذمہ داری شہید حسن البنا کے سپرد کی گئی۔ آپ نے اپنی روش کے بارے میں اور نیا اسلوب اختیار کرتے ہوئے ایک رہنما مقالہ لکھا۔ اس میں آپ نے اپنی فتویٰ کی روش پر لکھا ہے جسے یہاں موضوع کی مناسبت سے پیش کیا جاتا ہے۔

اب رہا فتوے کا معاملہ تو ہم ان میں آئمہ اور ان کے مذاہب دلائل کے ساتھ بیان کریں گے اور یہ بات قاری پر چھوڑ دیں گے کہ وہ اس رائے کو اختیار کرے جس پر اس کا دل مطمئن ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ہم آخر میں خود اپنی رائے بھی قاری کے سامنے رکھ دیں کہ وہ چاہے تو اسے اختیار کرے اور چاہے تو چھوڑ دے۔ میں قارئین کرام اور استفتا کرنے والوں سے درخواست کروں گا کہ وہ خوب یاد رکھیں کہ دین اسلام آسان ہے اور یہ بھی کہ اس کے فروع اور جزئیات میں اختلاف موجود ہے۔ مگر یاد رکھیے کہ عیب بذات خود اختلاف میں نہیں، بلکہ کسی ایک رائے پر تعصب کے ساتھ جم جانے میں ہے۔ اس لیے جب ہم فتووں کے آخر میں اپنی رائے کا اظہار کرتے ہیں تو ہم لوگوں کو اس بات پر مجبور نہیں کرتے کہ وہ صرف ہماری رائے پر چلیں بلکہ ہم اس بات کو خوش آمدید کہتے ہیں کہ وہ ہماری رائے پر بحث کریں، ہم دلیل کی بنیاد پر اپنی رائے سے رجوع کے لیے ہر وقت تیار ہیں۔ 7

اسی طرح آپ نے ایک مقام پر اس طرح وضاحت کی۔



۱۔ فقہاء کی ذمہ داری ہے کہ لوگوں کے لیے آسانی پیدا کریں اور اختلاف وتفرقہ کے مسائل سے بچیں، خواہ وہ نص کا ظاہری معنی مراد لیں یا مقاصد شریعہ کی روح کو مدنظر رکھیں۔

۲۔ فقہی اختلافات کو تفرقہ کے لیے وجہ جواز نہیں بنایا جاسکتا بلکہ اخوت ومحبت اور باہمی تعاون کی فضا میں فقہی اختلافات میں بحث وجستجو کرنا عبادت ہے جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ حقیقت تک پہنچنے میں مدد دیتا ہے۔8

جن افراد نے بڑے کام کرنے ہوتے ہیں تو ان کا ویژن بھی بڑا اور وسیع ہوتا ہے، وہ چھوٹے چھوٹے مسائل میں الجھ کر اپنے بڑے ہدف کو فراموش نہیں کر بیٹھتے۔ شہید حسن البنا کا شمار انہی بالغ نظر رہنماؤں میں ہوتا ہے۔ اسی لیے وہ فروعی اختلافات کو سدراہ نہیں بناتے۔ جب امت کو ساتھ لے کر چلنا ہے تو کوشش کرنی چاہیے کہ امت کے بیشتر مسالک تک آپ کا پیغام پہنچ جائے ورنہ آپ ایک محدود دائرہ میں رہ کر زیادہ بڑی تبدیلی کی توقع نہیں رکھ سکتے۔

مولانا ابوالحسن علی ندوی، اپنے مضمون میں اخوان المسلمین کی ایک خصوصیت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اس کا چوتھا روشن پہلو یہ ہے کہ اس نے دینی وعلمی اختلافات سے بچ کر اپنا کام کیا ہے۔''9

ظاہر ہے کہ اگر وہ اختلافات پر بحث کرنے اور انھیں حل کرنے میں لگ جائیں تو اپنا بہت سا وقت ضائع کر بیٹھیں۔ اس لیے انھوں نے مناسب سمجھا کہ اپنا قیمتی وقت مثبت وتعمیری کاموں کے لیے صرف کیا جائے۔ ان کی کامیابی پر ایک دلیل بھی ہے اب بھی کوئی امت میں کام کرنا چاہتا ہے تو اسے یہی روش اپنانا ہوگی۔ شہید حسن البنا کا ایک پالیسی اصول جس کا اکثر نے حوالہ دیا ہے اور ان کی تعلیمات کا حصہ ہے جس نے مرکزی ذمہ داروں سے لے کر عام کارکن تک کو ایک واضح پالیسی لائن دی۔

''جن امور پر ہم متفق ہیں ان کے لیے ہم مل جل کر کام کریں گے اور جن باتوں میں ہمیں ایک دوسرے سے اختلاف ہے ان کے بارے میں ایک دوسرے سے درگزر کا معاملہ کریں گے۔''10

یہ بات بہت سے علماء ودانشور کہہ چکے ہیں کہ مسالک کے درمیان مشترکات کی تعداد بہت زیادہ ہے اور اختلافات انتہائی کم ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ اختلافات کو ابھار کر اور مشترکات کو فراموش کر کے ظاہر کیا جاسکتا ہے کہ اب شاید مشترکہ جدوجہد کا ہونا ناممکن ہے جب کہ ایسا نہیں ہے اور شہید البنا شروع سے ہی اس اہم نکتہ کی طرف متوجہ تھے۔

ایک اور اہم نکتہ جس کا ذکر کرنا ضروری ہے وہ شہید حسن البنا کا فلسطین کے مسئلہ کی غیر مشروط حمایت وتعاون تھا۔ مسئلہ القدس ان مسائل میں سے ایک ہے جس پر تمام امت مسلمہ متحد ومتفق ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے اسے بھی اپنا موضوع بنایا اور اس کا ایک نتیجہ امت کے اتحاد واتفاق کی صورت میں نمودار ہوتا ہے۔ جناب محمد مہدی عاکف، مرشد عام اخوان المسلمین مصر اپنے ایک انٹرویو میں کہتے ہیں کہ ''فلسطین کے حوالے سے ان کا قوی اور جری موقف آپ [حسن البنا] کی زندگی کا ایک ممتاز اور نمایاں باب ہے۔ آپ

ہمیشہ جہاد فلسطین کا تذکرہ فرماتے تھے اور اپنے فلسطینی بھائیوں کے ساتھ ہمدردی اور تعاون کی ترغیب دیا کرتے تھے فلسطین کے ساتھ آپ کے گہرے تعلق نے ہمیں از حد متاثر کیا۔11

اسی طرح پروفیسر فتحی یکن اپنی کتاب "القضیۃ الفلسطینیۃ من منظور اسلامی (مسئلہ فلسطین، اسلامی تناظر میں) بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ

> ۱۹۴۸ء میں امام حسن البنا نے حکومت مصر کو ایک درخواست پیش کی کہ وہ اخوان المسلمون کے ۱۰ ہزار رضا کاروں پر مشتمل ایک کمک فلسطین بھیجنا چاہتے ہیں لیکن حکومت نے اس درخواست کو مسترد کر دیا۔ اس کے باوجود اخوان المسلمون نے مصر اور اردن کی سرحدوں پر صف اول کے اکثر معرکوں میں داد شجاعت دی اور نمایاں کامیابیاں حاصل کیں۔ جن کی وجہ سے حکومت برطانیہ نے مصری وزیر اعظم اور مصری ایجنسیوں کے ساتھ مل کر ایک سازش کے تحت اخوان المسلمون پر پابندی لگوا دی۔ اس کے سرکردہ رہنماؤں کو گرفتار کیا گیا اور مرشد عام کو ۱۹۴۹ء میں شہید کروا دیا۔12

آج بھی جو لوگ فلسطین کے مظلوموں کی حمایت کر رہے ہیں وہ در اصل مسلمانوں کے مشترکہ درد کا درمان کرنے کے لیے کوشاں ہیں اور یہی لوگ اتحاد امت کے داعی ہیں۔

شہید حسن البنا کی ایک نسبت جو انھیں نمایاں کرتی ہے کہ وہ قائد اعظم سے ملاقات، خط و کتابت اور پاکستان کی حمایت ہے۔

قائد اعظم دسمبر ۱۹۴۶ میں لندن سے واپسی پر قاہرہ میں ٹھہرے۔ یہیں پر اخوان المسلمون کے عظیم سربراہ پر امام حسن البنا شہید سے ملے، آپ کو قرآن کریم کا ایک نسخہ بھی پیش کیا گیا جو مقبرہ قائد، کراچی سے متصل میوزیم کی زینت ہے؟ جس پر شہید حسن البنا کے دستخط ہیں۔ یہ دورہ ۱۶ دسمبر ۱۹۴۶ء سے ۱۹ دسمبر ۱۹۴۶ء تک تھا۔13

شہید متواتر قائد اعظم سے خط و کتابت سے ذریعہ رابطہ میں رہے۔ پاکستان آزاد ہونے کی مبارک دی، مسلمانوں پر ہندوؤں کے مظالم کی شدید مذمت کی، حیدر آباد ریاست بھر کی آزادانہ حیثیت پر حمایت کی نیز علامہ شبیر عثمانی کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں کہ:

> "جناب من! اب ان لوگوں کی ذمہ داریوں میں مزید اضافہ ہو گیا ہے جنھیں اللہ تعالیٰ نے کتاب عطا کی ہے، جن سے پختہ عہد لیا ہے کہ وہ اس کتاب کو لوگوں تک پہنچائیں گے۔ اس کا کتمان نہیں کریں گے۔ اس کی خاطر نصیحت کریں گے اور اسی کی طرف لوگوں کی رہنمائی کریں گے۔ خواہ انھیں اس راہ میں کتنی بھی مصیبتیں کیوں نہ برداشت کرنی پڑیں۔ اب آپ کے لیے یہ سنہری موقع ہے کہ آپ حکومتی ذمہ داران کی بھی اسی درست سمت رہنمائی فرمائیں۔ انھیں دین حنیف کی تعلیمات اپنانے پر آمادہ کریں اور انھیں اس ضمن میں دین کی آسانیوں سے روشناس کروائیں۔ جناب من! آپ امت مسلمہ میں اخوت کی وہ روح دوڑائیں جس کی آبیاری، جس کی سرپرستی اور جس کی بیداری کے لیے قرآن کریم نازل ہوا۔ اس مقصد کے

حصول میں کامیابی ہوگئی، تو امت مسلمہ، وحدت و یگانگت کے علاوہ کسی دوسری جانب نہیں جا سکے گی۔ اس کی تاریخ، اس کا شعور، اس کا اخوت اور اس کی جہت ایک ہی رہے گی، خواہ وہ بعض مسائل یا آراء میں کچھ اختلافات ہی کیوں نہ رکھتی ہو۔ جناب من! آپ امت واحدہ میں مذہبی تعصبات کی بیخ کنی کے لیے ہر ممکن سعی فرمایئے جس کی جو رائے ہے وہ رکھے لیکن رہیں گے سب ہمہ پہلو اسلام ہی کے زیر سایہ۔ 14

شہید حسن البنا کا پیغام جو علامہ شبیر عثمانی مرحوم کے توسط سے پاکستانیوں کے لیے تھا ابھی تک شرمندہ تعبیر ہونے کو ترس رہا ہے۔

حوالہ جات

1۔ حسن البنا شہید: ایک مطالعہ ص ۷۶، از عبدالغفار عزیز و سلیم منصور۔ ناشر، منشورات لاہور، ۲۰۱۱۔

2۔ تاریخی خطبہ امام حسن البنا شہید، ترجمہ طٰہٰ یسین، ناشر فرینڈ پبلی کیشنز، حسین آگاہی ملتان، ص ۳۱ و ۳۲

3۔ یادوں کی امانت، السید عمر تلمسانی، ترجمہ حافظ محمد ادریس، ناشر البدر پبلی کیشنز، لاہور، اشاعت اول ۱۹۸۶ء، ص ۴۵۳ و ۴۵۵

4۔ داعی اتحاد امت، آیت اللہ محمد علی تسخیری، ترجمان القرآن، مئی ۲۰۰۷ء

5۔ داعی اتحاد امت، ترجمان القرآن، ۲۰۰۷ء

6۔ داعی وحدت امت، آیت اللہ محمد علی تسخیری، ترجمان القرآن، مئی ۲۰۰۷ء

7۔ دینی کالم کیسے لکھا جائے، حسن البنا شہید، ترجمان القرآن، مئی ۲۰۰۷ء

8۔ حسن البنا کی حکمت عملی، ابوجرۃ عبداللہ سلطانی، ترجمان القرآن، مئی ۲۰۰۷ء

9۔ عظیم داعی اسلام، ترجمان القرآن مئی، ۲۰۰۷ء

10۔ صداقت کا پیکر از ڈاکٹر طاہر احمد مکی، ترجمان القرآن، مئی ۲۰۰۷ء

11۔ حسن البنا پر ربانی اکرام و دنیاوی الزام از مرشد عام اخوان المسلمون مصر، ترجمہ فصیح اللہ عبدالباقی، ماہنامہ ترجمان القرآن، مئی ۲۰۰۷ء

12۔ ص ۸۹ و ۹۰ بحوالہ: جہاد فلسطین کا مرکزی کردار از ڈاکٹر محمد محمود صیام، ترجمان القرآن مئی ۲۰۰۸ء

13۔ نوائے وقت ۱۱ ستمبر ۲۰۱۱

14۔ حسن البنا اور قائد اعظم، ترجمان القرآن، مئی ۲۰۰۷ء

اشعار در شان امام حسن علیہ السلام

امام حسنؑ کی آمد

سید ثاقب اکبر

نبیؐ کے گھر میں خوشی ہوئی ہے تو میں بھی خوش ہوں
جو مہدِ زہرا ہری ہوئی ہے تو میں بھی خوش ہوں
حسنؑ کی آمد ہے، مرتضیٰؑ کے چمن میں ثاقبؔ
نئی کلی جو کھلی ہوئی ہے تو میں بھی خوش ہوں

شہیدِ سبز قبا

سید عتیق چشتی

نبی کے نورِ نظر حضرتِ امامِ حسنؑ
علیؑ کے لختِ جگر حضرتِ امام حسنؑ
مری بھی شام نورِ سحر عطا ہوگا
کہ ہیں امیرِ سَحَر حضرتِ امام حسنؑ
رسولِ پاک کے اصحابؓ ہیں نجومِ ہدیٰ
مگر ہیں رشکِ قمر حضرتِ امامِ حسنؑ
وہ جس کی چھاؤں میں دشمن کو بھی پناہ ملے
مروتوں کا شجر حضرتِ امام حسنؑ
ہیں دست بستہ جہاں دس امامتیں حاضر
فقط ہے آپ کا در حضرتِ امام حسنؑ

مدحتِ امام حسن علیہ السلام

(الحاج عباس نقوی (اٹک)

فردِ وحید کی نہ کسی انجمن کی بات
گل کی نہ آشیاں کی، نہ سرو وسمن کی بات
کوثر نہ سلسبیل نہ باغِ عدن کی بات
کرتے ہیں آج مِل کے امامِ حسنؑ کی بات

جس کا دیارِ صبر و تحمل پہ راج ہے
جس کی جبیں پہ فکرِ معلٰی کا تاج ہے
خالق کی ہر رضا کا یہی ترجماں بھی ہے
ٹھوکر میں تخت وتاج، وہ عالی نشاں بھی ہے
جو حاصلِ نماز، جو روحِ اذاں بھی ہے
آٹھوں بہشت ہاتھ میں، ایسا جواں بھی ہے
حصے میں حُسنِ کُل کے عجب امتیاز ہے
جس کے قدم پہ دوشِ نبوت کو ناز ہے

جسکا وُرود ہوتا ہے ماہِ صیام میں
ہلچل مچی ہوئی ہے جہاں کے نظام میں
حورانِ خلد محو ہیں سب اہتمام میں
مصروف ہر زباں ہے ثنائے امامؑ میں
عصمت مآب، دینِ خدا کا اصول ہے
زہرؑا کی گود، باغِ نبوت کا پھول ہے

ہوگا یہ بابِ صلحِ نبوت کا پاسدار
بابا ہے اس کا گرچہ، شجاعت کا کردگار
خاموشیوں میں اس کے بھی، جرأت ہے آشکار
یہ جانتا ہے، اُحتی ہے، کس وقت ذوالفقار
تلوار میں، نہ تخت، نہ جاہ و حشم میں ہے
جو بات اِس امامؑ کے زورِ قلم میں ہے
یہ مجتبیٰ ہے، قلبِ محمدؐ کا چین ہے
ہر کلمہ گو پہ جس کی ولا، فرضِ عین ہے
جس کا ظہور خالقِ اکبر کی دَین ہے
ماموم جس حسنؑ کا، امامِ حسینؑ ہے
سب کو یہ اعتراف، بلا قال و قیل ہے
اس کا سکوں، سکونِ نبیؐ کی دلیل ہے

واضح کیا ہے جس نے، عدو کے فتور کو
کاٹا قلم سے، اُس کے سرِ پُرغرور کو
پُرزے کیا ہے، مسندِ عیش و سرور کو
پھیلایا کُل عرب میں، امامت کے نُور کو
یوں حق نہ سرنگوں ہوا، باطل کے سامنے
مقتول سُرخرو ہوا، قاتل کے سامنے

ظاہر ہے سب پہ مولا حسنؑ کے قلم کی تاب
دُنیائے حَرب و ضرب میں جس کا نہیں جواب
مومن کی آبرو ہے، یہ ایمان کا نصاب
تصویرِ مصطفیٰؐ ہے یہی خُلد کا شباب
عباسؑ اس امامؑ کی، ہر ہر ادا کو دیکھ
اِسکے قلم کے وار، عدو کی قضا کو دیکھ

(میاں تنویر قادری)

ابنِ شاہِ زمن امامِ حسنؑ
مجو وایمان مَن امامِ حسنؑ
عہدِ ظلمت میں امن کا سورج
صحنِ زہراؑ کا چمن امامِ حسنؑ
باغِ توحید کا گُل خوش رنگ
نازشِ پنجتنؑ امامِ حسنؑ
تپتے صحرا میں مثلِ ابرِ کرم
شانتی کی پَوَن امامِ حسن
بے سہاروں کا ملجا و ماوا
مجھ سے رہزن کا دھن امامِ حسنؑ
کم نگاہی کے گھپ اندھیروں میں
روشنی کی کرن امامِ حسنؑ
حق صفت، حق شناس، حق کے امامؑ
مردِ حق، بت شکن امامِ حسنؑ
جن کی میت پہ تیر برسے ہیں
ہیں وہ رنگیں کفن امامِ حسنؑ

☆☆☆☆

کعبۂ عاشقاں امامِ حسنؑ
قبلۂ مومناں امامِ حسنؑ
اُنؑ کی مدحت کروں بیاں کیونکر
میں کہاں اور کہاں امامِ حسنؑ

☆☆☆☆

سیرتِ مصطفےٰ امامِ حسنؑ
صورتِ مرتضیٰؑ امامِ حسنؑ
پورِ زہراؑ! برادرِ شبیرؑ
مرحبا، مرحبا امامِ حسنؑ
عہدِ بے مہر و بے مروّت میں
مہر، مہر و وفا امامِ حسنؑ
بے سہاروں کے بے نواؤں کے
حامی و ہمنوا امامِ حسنؑ
حبس کے کم سواد موسم میں
عرصۂ جانفزا امامِ حسنؑ
مظہرِ شانِ حیدریؑ لاریب
فخرِ فقر و غنا امامِ حسنؑ
رہروانِ رہِ حقیقت کے
ھادی و رہنما امامِ حسنؑ
ابرِ لطف و عطا سحابِ کرم
بحرِ جود و سخا امامِ حسنؑ

☆☆☆☆